Millennium Girls School
C.B.S.E. Syllabus
Admission is going on for Session 2009-2010
Nursery to Class Tenth
Bus and Hostel Facility available
Cont. No.: 09835293957, 09234131237
Azad Colony, Pabra Road, Hazaribagh (Jharkhand)

"اس شخص سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔" (قرآن)

سہ روزہ دعوت نئی دہلی

روزانہ جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے۔
پاور و دھوپ کے فینشی برانڈ چشموں کا وسیع اسٹاک

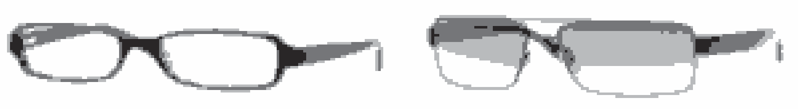

چشمہ کلکشن
گووند پلازہ (بیسمنٹ میں) پرانی کوتوالی، بکیہ روڈ، ضلع اعظم گڑھ (یوپی)

• جلد: ۵۷ • شمارہ: ۳۳ • ۱۰ راپریل ۲۰۰۹ء • 10 April 2009 • جمعہ • ۱۳ رربیع الثانی ۱۴۳۰ھ • قیمت=/Rs.5 • سعودی عرب اور دیگر خلیجی ملکوں کیلئے ۳ رریال • Posting: 8 April 2009 Wednesday

مسلمانوں کی بدنامی و دلآزاری کیلئے نئی نئی اصطلاحات کا استعمال کیوں؟

مسلمانوں کے سلسلے میں اسلامی دہشت گردی، مسلم دہشت گردی، اسلاموفوبیا جیسی اصطلاحات کی فہرست میں ایک نیا لفظ 'طالبانائزیشن' کو شامل کردیا گیا جو اسلامی تشخص اور اسلامی طرز زندگی کی بات کرنے والوں کے لئے استعمال کیا جارہا ہے۔ یہ لفظ طالبان سے بنایا گیا ہے جو افغانستان میں ان لوگوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جو امریکی اور دیگر غیر ملکی افواج سے لڑ رہے ہیں اور ملک کی آزادی کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ ابتداء میں یہ لفظ افغانستان میں طالبان کے ذریعے کئے جانے والے کاموں کے لئے استعمال کیا گیا پھر اس کا دائرہ بڑھا کر پاکستان کے سرحدی علاقوں کی سرگرمیوں کو بھی اس میں شامل کرلیا گیا اور اب اسے عمومی اصطلاح بناکر پوری دنیا میں استعمال کیا جانے لگا۔ گزشتہ دنوں سپریم کورٹ کے جج جسٹس مارکنڈے کاٹجو نے اپنے ایک فیصلے میں مسلمانوں کی داڑھی کے مسئلے پر اس کو استعمال کیا اس سے تو یہی لگتا ہے کہ طالبان کا اثر و رسوخ افغانستان یا زیادہ سے زیادہ پاکستان کے سرحدی علاقوں تک محدود ہے لیکن ان کے نام پر طالبانائزیشن کی اصطلاح پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے استعمال کی جارہی ہے۔

ابھی تین ماہ قبل جب غزہ پٹی پر اسرائیل نے حملہ کیا تھا اس وقت حماس کو فلسطینی طالبان کہا گیا تھا جبکہ حماس طالبان سے پرانی تنظیم ہے لیکن مغربی ممالک جس کی تشہیر کرنا چاہتے تھے اس پر کسی نے توجہ نہیں دی۔ اب طالبانائزیشن کی جو اصطلاح استعمال کی جارہی ہے تب مسلمانوں کو سمجھ میں آرہا ہے کہ طالبان کو پوری دنیا میں اس قدر بدنام کرنے کے پیچھے کیا سوچ اور ذہنیت کام کر رہی تھی۔ جسٹس مارکنڈے کاٹجو نے مدھیہ پردیش کے نرملا کانونٹ ہائر سیکنڈری اسکول کے ایک طالب علم محمد سلیم کی داڑھی کے مقدمے میں طالبانائزیشن کی اصطلاح جس سیاق و سباق میں استعمال کی اسے معمولی واقعہ نہیں کہا جاسکتا۔ بحث اس سے نہیں کہ مقدمہ کا فیصلہ کس کے حق میں اور کیوں ہوا؟ اصل مسئلہ یہ ہے کہ جج کا ریمارک اور تبصرہ کیا تھا۔ انھوں نے طالبانائزیشن کی اصطلاح کن باتوں کے لئے استعمال کی۔ وہ کچھ اور کہہ کر عرضی کو مسترد کرسکتے تھے لیکن انھوں نے مسلمانوں کی داڑھی اور برقع کے لئے طالبانائزیشن کی اصطلاح استعمال کی۔

بتایا جاتا ہے کہ محمد سلیم نامی طالب علم کو داڑھی منڈوانے کی ہدایت اس کے اسکول کی انتظامیہ نے دی۔ اس نے اسے غیر آئینی اور بنیادی حقوق کی خلاف ورزی قرار دیتے ہوئے پہلے تو مدھیہ پردیش ہائی کورٹ میں اسکول انتظامیہ کے فیصلے کو چیلنج کیا۔ وہاں سے جب مایوسی ہوئی تو اس نے سپریم کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا لیکن عدالت عظمیٰ کے جج اسکول انتظامیہ اور سیاسی رہنماؤں سے بھی آگے نکل گئے، انھوں نے اپنے فیصلے سے مایوس ہی نہیں کیا بلکہ اپنے قابل مذمت ریمارک سے پوری دنیا کے مسلمانوں کی دلآزاری کی۔ موصوف نے صرف مسلمانوں کی داڑھی پر ہی متنازعہ تبصرے نہیں کئے بلکہ مسلم خواتین کے برقعہ کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا۔ جج نے داڑھی رکھ کر تعلیم حاصل کرنے کی عرضی کو مسترد کرکے یہاں تک کہہ دیا کہ سیکولرزم اور مذہبی اعتقاد کو ایک حد سے زیادہ کھینچا نہیں کیا جاسکتا۔ ہم ملک کے طالبانائزیشن کی اجازت نہیں دے سکتے۔ کل کوئی لڑکی آکر یہ کہے کہ وہ برقعہ پہننا چاہتی ہے تو کیا ہم اس کی اجازت دے دیں گے۔ حد تو یہ ہے کہ جب محمد سلیم کے وکیل ریٹائرڈ جسٹس بی اے خاں نے یہ بات کہی کہ داڑھی رکھنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے تو اس پر جج نے یہ کہا کہ آپ داڑھی کیوں نہیں رکھتے۔ اس سوال کا مقصد بھی یہ ظاہر کرنا تھا کہ اگر داڑھی رکھنا ضروری ہوتا تو آپ ضرور رکھتے۔ یہاں بھی فاضل جج نے مسلمانوں کے عمل کو شریعت بتانے کی کوشش کی۔ غرضیکہ ایک نہیں جج کے کئی ریمارکس قابل اعتراض تھے جن سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچی۔ حالانکہ بعد میں لا کمیشن آف انڈیا کے ممبر پروفیسر طاہر محمود اور ان کے بیٹے ایڈوکیٹ ڈاکٹر سیف محمود کے حوالے سے یہ خبر آئی کہ جسٹس کاٹجو نے صفائی پیش کرتے ہوئے یہ یقین دلایا کہ وہ اسلام کا دل سے احترام کرتے ہیں اور آئندہ بھی مسلمانوں کے جملہ دستوری حقوق کا دفاع کرتے رہیں گے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ مقدمہ ایک داڑھی اور اسکول کے ضابطے کا تھا اس میں طالبانائزیشن کی بات کہاں سے آئی اور صرف مسلمانوں کی داڑھی اور برقعہ کے لئے اس اصطلاح کا استعمال کیوں کیا گیا وہ بھی غلط مطلب کے لئے جبکہ داڑھی کا مسئلہ صرف مسلمانوں سے تعلق نہیں رکھتا۔ ہمارے ملک میں سکھ بھی رکھتے ہیں۔ سادھو سنت بھی رکھتے ہیں۔ بہت سے سیاسی لیڈران بھی رکھتے ہیں تو کیا ان کے لئے یہ اصطلاح استعمال کی جائے گی اور اگر اسکول میں پڑھنے کے لئے داڑھی نہ رکھنا شرط ہے تو اس میں سکھ بھائی نہیں پڑھ سکتے۔

پہلے اسلامی دہشت گردی یا مسلم دہشت گردی، اسلاموفوبیا اور اب اسلامی تشخص، طرز زندگی اور شرعی قوانین کے لئے جس طرح طالبان یا طالبانائزیشن کی اصطلاح استعمال کی جارہی ہے یہ یقیناً تشویشناک ہے۔ امریکہ نے تو دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر عراق اور افغانستان پر حملہ کرکے پوری ملت اسلامیہ کو ہی کٹہرے میں کھڑا کردیا اور پوری دنیا میں یہ تاثر قائم کردیا کہ جہاں بھی دہشت گردی ہے اس کا تعلق صرف مسلمانوں سے ہے۔ آخر اس طرح کی اصطلاحات مسلمانوں کے لئے کیوں ایجاد کی جاتی ہیں؟ اس کا مقصد کیا ہے؟ پوری دنیا کے مسلمانوں کو اس کا سخت نوٹس لینا ہوگا کیونکہ اب ایسی اصطلاحات سیاست تک محدود نہیں رہیں بلکہ عدالتوں میں اس کا استعمال کیا جارہا ہے اور مسلمانوں کے بارے میں غلط پیغام دیا جارہا ہے۔ کیا اب مسلمانوں، ان کی سرگرمیوں اور شرعی مسائل کی پہچان ان اصطلاحات کے ذریعے کی جائے گی۔ ساتھ ہی اس پہلو کو بھی سامنے رکھنے کی ضرورت ہے کہ غیر مسلموں کا ایک بڑا طبقہ ایسا ہے جو اسلام اور مسلمانوں کے تئیں برے خیالات نہیں رکھتا لیکن اس کے سامنے واضح تصویر نہ ہونے کے سبب جو مسخ شدہ تصویر پیش کی جارہی ہے وہ اسی کو اصل تصویر سمجھ رہا ہے۔ حالانکہ بہت سے معاملات میں وہ مسلمانوں کا ساتھ بھی دیتا ہے جیسے فسطائیت کے خاتمے اور فسطائیت پسند عناصر کی سرگرمیوں پر قابو پانے کے سلسلے میں وہ مسلمانوں کے موقف کی بھرپور تائید بھی کرتا ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اس مسئلے کو اس نے زندہ رکھا ہے تو غلط نہیں ہوگا۔ مسلمانوں کو اس پہلو کو بھی سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ آخر ایسا طبقہ بھی کبھی کبھی گمراہ کیوں ہوجاتا ہے۔ اس میں قصور کس کا ہے۔ (ص ن)

عالمی مالیاتی بحران کا دائرہ بڑھ رہا ہے

گزشتہ دنوں لندن میں جی۔ ۲۰ ممالک کا سربراہ اجلاس ہوا جس میں عالمی مالیاتی بحران کو دور کرنے پر غور کیا گیا۔ ہر ملک نے اپنا اپنا نقطۂ نظر رکھا اور اپنے اپنے نقطۂ نظر سے حالات کا جائزہ بھی پیش کیا اور اس کے اعتبار سے حل بھی، دنیا کو اس بحران سے نکالنے کے لئے انفرادی سطح پر بھی کوششیں ہورہی ہیں اور الگ الگ ممالک اپنی گرتی ہوئی معیشتوں کو سنبھالا دینے کے لئے پیکجوں کا اعلان کر رہے ہیں اور اجتماعی سطح پر بھی موثر تدابیر اختیار کرنے کی کوششیں ہورہی ہیں۔ امریکہ سمیت تقریباً تمام ترقی یافتہ اور اکثر ترقی پذیر ملکوں نے اپنی گرتی ہوئی معیشتوں کو سنبھالا دینے کے لئے اب تک متعدد پیکجوں کا اعلان کیا ہے تاہم معاشی حالت میں نہ تو کوئی فرق واقع ہوا ہے اور نہ ان کی گرتی ہوئی حالت کو روکا جاسکا ہے۔ حالت بدستور بد سے بدتر کی طرف گامزن ہے۔ امریکہ نے اب تک متعدد قدم اٹھائے ہیں۔ صدر بارک اوباما نے کئی پیکجوں کا اعلان کیا ہے۔ یہ خود اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ یہ پیکیج مثبت نتائج پیدا نہیں کر رہے ہیں۔ اس لئے کہ ایک پیکیج کی ناکامی کے بعد ہی دوسرے پیکیج کا اعلان کیا جاتا ہے۔ انھوں نے تحفظ فراہم کرنے کے سلسلے میں بھی متعدد کوششیں کیں جس پر یورپ کو سخت پریشانی لاحق ہوئی ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس پر نظریاتی لحاظ سے بھی سوالات اٹھنے لگے کہ یہ گویا نظام سرمایہ داری اور نظریہ سرمایہ داری کی کھلی ہوئی شکست ہے۔ کیونکہ اس نظام کا بنیادی تصور آزادی ہے اور یہ مطلق آزادی ہے، جس کی رو سے ہر کسی کو کاروبار کے میدان میں اور منڈی میں کسی بھی وقت آنے اور وہاں سے نکل جانے کی آزادی ہونی چاہئے اس پر کسی قسم کی پابندی نہیں عائد کی جانی چاہئے۔ گویا یہ فری مارکیٹ اکنامی کی ناکامی کا ایک کھلا ہوا اعتراف ہے۔ اس بنا پر مغربی ممالک ان ملکوں کو تنقید کا نشانہ بناتے رہے ہیں جن کے ہاں مکسڈ اکنامی کا راستہ اپنایا گیا اور جنھوں نے معاشی خود انحصاری کے لئے کچھ حد بندیاں قائم کر رکھی تھیں اور ان سے برابر یہ مطالبہ ہورہا تھا کہ وہ اپنے بازار کو کھولیں اور اسے ہر قسم کی قید و بند سے آزاد رکھیں تاکہ جب بھی کوئی وہاں آنا چاہے آسکے اور جس وقت بھی وہ رخصت ہونے کا فیصلہ کرے اس پر فوراً عمل ممکن رہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب صدر اوباما نے تیزی سے گرتی ہوئی امریکی معیشت کو سنبھالا دینے کے لئے کچھ تحفظاتی قدم اٹھائے تو یورپ کو اس میں زبردست خطرہ محسوس ہونے لگا، مگر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ امریکی صدر نے اب تک جتنے بھی قدم اٹھائے ہیں وہ کارگر ثابت نہیں ہوسکے اس لئے اب وہ اس سلسلے میں دوسروں کی مدد حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، جی ۲۰ کا اجلاس اسی غرض سے طلب کیا گیا تھا۔

امریکہ کے ساتھ ساتھ عالمی مالیاتی بحران سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والوں میں یورپی ممالک بھی ہیں۔ یورپی ممالک بھی اپنی اپنی معیشتوں کو سنبھالا دینے اور مالیاتی نظام کو ایک دم گرنے سے بچانے کے لئے کافی ہاتھ پیر مار رہے ہیں۔ اس کے لئے جہاں برطانوی وزیر اعظم گورڈن براؤن نے خلیجی ملکوں سے مدد طلب کی ہے وہیں یورپی ممالک کی کمپنیوں نے بھی اپنے اخراجات کو کم کرنے کے لئے قدم اٹھائے ہیں۔ جن میں سب سے کٹھن قدم اور فیصلہ ملازمین کی تعداد کو کم کرنا ہے جس کی وجہ سے وہاں بیروزگاری میں برابر اضافہ ہورہا ہے اور جس کا سلسلہ جاری ہے۔ اب یورپ کی بعض بڑی کمپنیوں نے اوقات کار میں بھی کمی کا اعلان کیا ہے تاکہ وہ اپنے سالانہ نقصانات پر قابو پاسکیں۔ اس سب کے باوجود اب تک اس کے خاطر خواہ نتائج برآمد نہیں ہوئے ہیں۔ ان کی برآمدات اور درآمدات پر زبردست منفی اثر پڑا ہے اور درآمدات و برآمدات کا توازن بگڑا ہے، کاروبار میں زبردست مندی آنے کی وجہ سے طرز معاشرت بھی بری طرح متاثر ہوا ہے۔ اس کے اثرات ترقی پذیر دنیا پر بھی پڑ رہے ہیں تیل کی گرتی ہوئی قیمتوں کے سبب ان کی معیشت پر پڑنے والے اثرات کو کس طرح زائل کریں، ایک وقت وہ بھی آیا تھا جب تیل کی قیمتیں آسمان چھونے لگی تھیں اس سے ان کی آمدنی میں اچانک بے تحاشہ اضافہ ہوا اور اب حال یہ ہے کہ تیل کی قیمتیں اس قدر گھٹ گئی ہیں کہ انہیں اس عدم توازن پر قابو پانا مشکل ہورہا ہے۔ اسی طرح رسد اور طلب میں بھی بڑا فرق واقع ہوا ہے۔ ان کا مسئلہ اب یہ ہے کہ اگر وہ تیل کی پیداوار بڑھاتے ہیں تو اسے بیچیں گے کہاں کیونکہ اس کی طلب میں کمی واقع ہوگئی ہے۔ اگر نہیں بڑھاتے ہیں تو تیل کی قیمتوں میں اچانک زیادتی اور پھر کمی کے سبب جو عدم توازن پیدا ہوگیا ہے اس پر کیسے قابو پایا جائے؟ اس خسارے کو کیسے پورا کیا جائے؟ دوسرے ترقی پذیر ممالک کے مسائل بھی اب بڑھنے لگے ہیں۔ ان میں ہمارا ملک ہندوستان بھی ہے۔ اطلاعات یہ ہیں کہ اس کی بیرونی منڈی بھی متاثر ہورہی ہے۔ سالانہ شرح نمو کے ساتھ ساتھ برآمدات میں بھی غیر معمولی کمی آئی ہے۔ اس کی تیار کردہ اشیاء کی بین الاقوامی کھپت اور طلب میں زبردست کمی واقع ہوئی ہے۔ اندازہ یہ ہے کہ مارچ ۲۰۰۹ء کے اختتام تک برآمدات میں پندرہ سے بیس فیصد تک کی واقع ہوئی ہے۔ اس کا اثر بیروزگاری میں اضافے کی صورت میں ظاہر ہورہا ہے اور یہ اندیشہ ظاہر کیا جارہا ہے کہ اگر یہی رجحان برقرار رہا تو بیروزگاری اور بڑھے گی۔ دی فیڈریشن آف انڈین ایکسپورٹ آرگنائزیشن (ایف آئی ای او) کا کہنا ہے کہ صرف اس کی وجہ سے ایک کروڑ سے زیادہ لوگوں کو روزگار سے محروم ہونا پڑا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عالمی مالیاتی بحران کا دائرہ بڑھتا جارہا ہے۔

(ش ر)

بلا تبصرہ

ہر انتخابات کے دوران رائے دہندگان تذبذب کا شکار ہوجاتے ہیں کہ اپنا ووٹ کسے دیں۔ اس مرتبہ بھی صورتحال مختلف نہیں ہے۔ امیدوار انتخاب جیت کر دولت کماتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ ان میں سے کئی پر تو بدعنوانی یا مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث ہونے کا داغ بھی لگا ہوتا ہے۔ ان حالات میں ایسے عناصر کو انتخاب سے دور رکھنے کے لئے الیکشن کمشنر کی جانب سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ انتخابات کے دن پولنگ بوتھس کے باہر ہر امیدوار کی تصویر، مقدمہ (اگر کوئی اس کے خلاف چل رہا ہو) اور مال وجائداد کی تفصیلات نیز دیگر تازہ ترین اطلاعات چسپاں کردی جائیں۔

کے بی پرہلاد، بنگلور
ہندو، ۴ راپریل ۲۰۰۹ء

غزہ میں جنگی جرائم کی تفتیش

اقوام متحدہ۔ اقوام متحدہ نے جنوبی افریقہ کے ایک جج رچرڈ گولڈ سٹون کو غزہ میں اسرائیل کے جنگی جرائم کی تفتیش کرنے والی ٹیم کا سربراہ مقرر کیا ہے۔ وہ یوگوسلاویہ اور روانڈا میں جنگی جرائم کے مقدمات کی تیاری کا تجربہ رکھتے ہیں۔ اقوام متحدہ کی حقوق انسانی کونسل کے سربراہ مارٹن ہوہیمی کے مطابق یہ تفتیشی ٹیم غیر جانبدارانہ طور پر تحقیقات کرے گی، جبکہ تفتیشی ٹیم کے سربراہ رچرڈ گولڈ سٹون نے اپنے تقرر پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ بطور یہودی اپنے تقرر پر حیران ہیں۔ کونسل کے مطابق تفتیش کا مقصد جنگ کے دوران ہونے والی ہلاکتوں اور تباہی کی قانونی صورتحال واضح کرنا ہے۔ واضح رہے کہ کونسل نے تفتیش کا فیصلہ جنوری میں اپنے ایک خصوصی اجلاس میں کیا تھا۔ اسرائیل اس کونسل کو تعصب پسند کہتا ہے اور ماضی میں اس سے تعاون سے انکار کرچکا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اسرائیل اس تفتیشی ٹیم سے تعاون کرے گا یا نہیں۔

گوانتاناموبے جیل میں تبدیلی

واشنگٹن۔ خلیج گوانتاناموبے کے حراستی مرکز میں ابھی تک قیدی محافظوں پر زیادتی کا الزام لگاتے تھے۔ اب حیرت انگیز طور پر جیل کے محافظوں کا کہنا ہے کہ وہاں کے قیدی ان پر تھوکتے ہیں اور غلاظت پھینکتے ہیں۔

جنگجویانہ پالیسی سے امریکہ کا انحراف

ہیگ۔ بش انتظامیہ کی جنگجویانہ پالیسی سے یکسر انحراف کرتے ہوئے اوباما انتظامیہ نے سرکاری سطح پر متنازعہ اصطلاح 'دہشت گردی کے خلاف جنگ' کا استعمال ترک کرنے کی ہدایت جاری کی ہے۔ وزیر خارجہ ہلیری کلنٹن نے کہا کہ اوباما انتظامیہ نے اس اصطلاح کا استعمال ترک کردیا۔ یہ اقدام حکومت کی پالیسی کا مظہر ہے۔ واضح رہے کہ بش انتظامیہ نے نائن الیون کے بعد افغانستان اور عراق پر جنگ مسلط کرنے کے جواز کے طور پر یہ اصطلاح گھڑی تھی۔ اس پر عالم اسلام نے سخت برہمی کا اظہار کیا تھا۔ برطانیہ بھی دہشت گردی کے خلاف جنگ اور اسلاموفوبیا جیسی مسلم دشمن اصطلاحات کا استعمال ترک کرچکا ہے۔

فلسطینیوں کیلئے فوڈ واؤچر اسکیم

نیویارک۔ اقوام متحدہ کے عالمی خوراک پروگرام (ڈبلیو ایف پی) نے مغربی ایشیا میں بارہ ماہ کی فوڈ واؤچر اسکیم شروع کی ہے۔ خطے میں اپنی طرح کی اس پہلی اسکیم سے تقریباً تیس ہزار فلسطینی مستفید ہوں گے۔ مغربی کنارے میں یہ اسکیم شروع ہوگئی ہے۔ اب غزہ میں بھی پندرہ ہزار لوگوں کے لئے شروع کی جائے گی۔ واضح رہے کہ اجناس کی قیمتوں میں اضافے سے متعلق فلسطینی علاقہ سب سے زیادہ متاثر ہے۔ روم میں واقع ایجنسی کی جانب سے اس سے پہلے یہ اسکیم افریقہ میں ایک لاکھ بیس ہزار لوگوں کے لئے نافذ کی گئی تھی۔

بگرام کے قیدیوں کو شہری حقوق

واشنگٹن۔ ایک امریکی جج جان بیٹس نے کہا ہے کہ افغانستان کے بگرام کے فوجی اڈے میں زیر حراست غیر ملکی قیدیوں کو اپنی حراست کے خلاف امریکی سول عدالتوں میں مقدمہ دائر کرنے کا حق حاصل ہے۔ یہ فیصلہ امریکی حکومت کی اس درخواست پر سنایا گیا جس میں بگرام ہوائی اڈے پر قید تین افراد کو یہ حق نہ دینے کی بات کہی گئی تھی۔ واضح رہے کہ امریکی سپریم کورٹ نے گزشتہ سال یہ حق گوانتاناموبے کے قیدیوں کو دیا تھا جس کے بعد امریکی محکمہ انصاف نے کہا تھا کہ بگرام میں قید افراد کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔ مذکورہ جج کا کہنا ہے کہ یہ سب ایک ہی جیسے معاملات ہیں۔ بگرام ہوائی اڈے پر حراستی مرکز میں تقریباً چھ سو قیدی ہیں۔

خبر و نظر

یہ ردعمل فطری تھا

۳۱ رمارچ کے اخباروں میں یہ خبر پڑھ کر کہ ایک مسلم طالب علم کی داڑھی کے مقدمے میں سپریم کورٹ کے جسٹس کاٹجو نے درخواست خارج کرتے ہوئے ریمارک دیا کہ "ہم اس ملک میں طالبان نہیں چاہتے"۔ ملک بھر کے مسلم حلقوں میں افسوس اور ناراضی پھیل گئی۔ اس ریمارک کی مذمت میں بیانات آنے شروع ہوگئے۔ یہ ردعمل متوقع تھا۔ جسٹس کاٹجو نے صرف داڑھی ہی کو "طالبانی علامت" نہیں قرار دیا تھا بلکہ یہ بھی کہا تھا کہ "کل کو اگر کوئی طالبہ کلاس میں برقعہ پہن کر آنے کی اجازت طلب کرے تو کیا یہ اجازت دے دی جائے گی"۔ اور یہ کہ "سیکولرزم کی چادر کو ضرورت سے زیادہ پھیلانا درست نہیں، ملک کو طالبیانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی"۔ سچ یہ ہے کہ یہ تبصرہ افسوسناک ہی نہیں، انتہائی دلآزار اور اشتعال انگیز تھا۔ سوال محض داڑھی یا پردے کا نہ تھا، اس سوچ اور اس ذہنیت کا تھا جو اسلام اور اقدار اسلام کے تعلق سے اعلیٰ سطح پر پیدا ہوتی جارہی ہے۔ یہ تبصرہ اسلام مخالف عالمی طاقتوں کے جادوئی پروپگنڈے کے اثرات کا ایک نمونہ پیش کررہا تھا کہ کس طرح طالبان کو برائی کی علامت بناکر دنیا میں پیش کیا جارہا ہے اور طالبان کی آڑ میں اسلامی اقدار پر کس طرح حملے کئے جارہے ہیں۔

ردعمل اور بے چینی کے دوران

تو اس طرح مسلمانوں کا یہ ردعمل فطری تھا۔ عدالت عظمیٰ کے اصل فیصلے کا احترام کہ "درخواست خارج کی جاتی ہے" سبھی مسلمان کرتے ہیں، اعتراض تبصرے پر تھا جو غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کی بے چینی بجا تھی۔ اس ردعمل میں معقولیت بھی تھی اور روایتی جذباتیت بھی تھی، کہیں کہیں حکمت کا فقدان بھی تھا۔ لیکن اسی دوران ایک بڑی اچھی بات ہوئی۔ ملک کے معروف قانون داں پروفیسر طاہر محمود نے ۳ راپریل کو جسٹس مارکنڈے کاٹجو سے نئی دہلی میں ملاقات کی اور متعلقہ مقدمہ میں ان کے تبصرے پر ظاہر ہونے والے ردعمل سے انہیں باخبر کیا۔ اس طویل ملاقات میں یہ بات سامنے آئی کہ داڑھی اور پردے سے متعلق جسٹس کاٹجو کے الفاظ اصل تحریری فیصلے کا حصہ نہیں ہیں۔ (راشٹریہ سہارا ۴ راپریل) فاضل جسٹس نے کہا کہ وہ اسلام اور اسلامی اقدار کا بہت احترام کرتے ہیں۔ اپنے کئی عدالتی فیصلوں میں انھوں نے ان اقدار کا دفاع کیا ہے، نیز مسلمانوں کے آئینی حقوق کے دفاع میں کئی مضامین لکھے ہیں۔ ان کا یہ طرز عمل آئندہ بھی جاری رہے گا۔ جسٹس موصوف نے خود اس بات پر افسوس ظاہر کیا کہ ان کی زبان سے نکلے ہوئے چند الفاظ کو غلط انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

صحیح طریقہ یہی ہے

داڑھی اور پردے پر جسٹس کاٹجو کا تبصرہ بلاشبہ افسوسناک اور غیر متوقع تھا اور اب ان کی وضاحت خوش آئند اور متوقع ہے۔ اس لئے کہ جسٹس مارکنڈے کاٹجو کشمیری پنڈت اور مہذب شخص ہیں۔ اردو زبان و ادب اور اس کی تاریخ سے واقف ہیں، اس حوالے سے مسلم تہذیب و اخلاقیات سے بھی یقیناً واقف ہوں گے۔ پھر یہ کہ اس سے قبل ان کا کوئی منفی تبصرہ کسی فیصلے، مضمون یا تقریر میں نہیں دیکھا گیا۔ لہٰذا مسلم پرسنل لا بورڈ کے سربراہ مولانا سید رابع حسنی ندوی کا یہ مشورہ مناسب اور بروقت ہے کہ جسٹس کے خلاف ردعمل کے اظہار کا سلسلہ اب بند ہوجانا چاہئے۔ اپنے اقدام کے لئے ڈاکٹر طاہر محمود بھی ستائش کے مستحق ہیں کہ انھوں نے فاضل جسٹس سے ملاقات و گفتگو کی۔ صحیح طریقہ بھی یہی ہے جسے اس قسم کے مواقع پر لازماً اختیار کیا جانا چاہئے۔ جو عناصر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف وقتاً فوقتاً بکواس کرتے رہتے ہیں ان کے سلسلے میں تو یہ طریقہ لاحاصل ہے، البتہ کسی شخصیت یا ادارے کی جانب سے غیر متوقع طور پر ایسی کوئی بات کہی جائے تو متعلقہ فرد سے ملاقات کرکے صحیح صورتحال اس کے سامنے رکھی جائے۔ یہ طریقہ نتیجہ خیز ہے جس کا تجربہ و مشاہدہ بارہا ہوچکا ہے (پ ر)

ایک افریقی لیڈر کی مقبولیت میں اضافہ

لیبیا کے ۶۷ سالہ صدر کرنل معمر قذافی کو ۵۳ ملکوں پر مشتمل افریقی یونین کا لیڈر منتخب کرلیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی جس قذافی کو کبھی امریکی صدر رونالڈ ریگن نے مشرق وسطیٰ کا "پاگل کتا" قرار دیا تھا اب مغربی ممالک کی راجدھانیوں میں ان کا پورے اعزاز و احترام کے ساتھ استقبال کیا جارہا ہے۔ جہاں کبھی ساری مغربی دنیا انہیں بدنام اور ذلیل و رسوا کر رہی تھی اور اسٹیٹ دہشت گردی پھیلانے کے الزامات لگا رہی تھی، آج ان کی خوشامد اور چاپلوسی کی جارہی ہے۔ بات صرف کرنل معمر قذافی تک محدود نہیں ہے حالات تیزی سے پلٹا کھا رہے ہیں جہاں ایک زمانے میں عالم اسلام غلامی، بے بسی، مایوسی اور ذلت و رسوائی کی زندگی گزارنے پر مجبور تھا، احیائے اسلام کی لہریں اسلام دشمن طاقتوں کو دہشت زدہ اور لرزہ براندام کر رہی ہیں۔ وہ اسلام اور مسلمانوں کو اب بھی داب کر اور ڈرا دھمکا کر اپنا ماتحت بناکر رکھنا چاہتی ہیں اسی لئے خود دہشت گردی کرکے دنیا کو دہشت زدہ کرتی ہیں اور دہشت گردی کا الزام مسلمانوں کے سر تھوپتی ہیں۔ ظاہر ہے وہ اپنے ماتحت، اپنے محکوم اور غلام کو برضا و خوشی تو آزادی کا پروانہ نہیں دے سکتیں البتہ قدرت کا نظام اپنی جگہ کارفرما ہے۔ مسلمانوں کا غلامانہ ذہن والا مرعوب و کم حوصلہ طبقہ آج بھی تملق و چاپلوسی کو اپنا شیوہ بنائے ہوئے ہے۔ جرات و حوصلہ، خودداری اور ضمیر و کردار سے محروم ہے۔ لیکن اصحاب جرأت و حوصلہ باضمیر و باکردار سرفروشی کا جذبہ لئے سرگرم عمل ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ خود اپنی حالت کو بدلنے کا عزم و جذبہ رکھنے والوں کے ساتھ ہے۔

بغیر کسی خون خرابے کے بغاوت کرکے برسر اقتدار آنے کے چالیس سال بعد معمر القذافی نے وہ بین الاقوامی مقام حاصل کرلیا ہے جس کے وہ ہمیشہ خواہش مند رہے ہیں۔ ان کو افریقی یونین کا چیئرمین منتخب کرلیا گیا ہے۔ اس انتخاب کے ساتھ ہی مغربی ممالک کی راجدھانیوں میں ان کا استقبال شروع ہوگیا ہے جہاں حکومتوں کے سربراہ لیبیا کے تیل و گیس کے وسیع ذخیروں پر للچائی نظریں گاڑ رہے ہیں اور اب تک ان چھوٹی لیبیائی مارکیٹ تک رسائی کے لئے بے قرار ہورہے ہیں۔ لیکن خود قذافی آج بھی اپنی اس نرالی شان کے ساتھ رہ رہے ہیں۔ ان کے انقلابی ذہن کے بارے میں اب بھی کوئی بات قبل از وقت نہیں کہی جاسکتی۔

باقی صفحہ ۸ پر

بڑھتی ہوئی توہم پرستی کا مسئلہ

محمد خالد ذکی عبدالمجید، چوپڑا

ملک کی معاشی راجدھانی اور دُنیا کے جدید ترین شہروں میں شامل شہر ممبئی میں ہونے والی شرمناک واردات جس نے باپ اور بیٹی کے مقدس رشتے کو تار تار کردیا کہ ایک باپ اپنی ہی بیٹوں کے ساتھ نو سال تک زیادتی کرتا رہا۔ کیونکہ اُسے تانترک نے یہ مشورہ دیا تھا کہ اگر اپنی معاشی بدحالی دُور کرنا چاہتے ہو تو اس کا ایک ہی علاج ہے۔ اپنی بیٹیوں کو اپنی ہوس کا شکار بناؤ اور وہ تانترک بھی پچھلے کئی برسوں سے باپ کی رضامندی سے اُسی کے گھر میں اُس کی بیوی کی عصمت دری کرتا رہا۔ اور دولت کے لالچ میں اندھا باپ یہ سب کچھ دیکھتا رہا ساتھ ہی خود بھی اس گھناؤنے جرم میں شامل رہا۔

دوسرا واقعہ ملک کی راجدھانی دہلی کا ہے جو تہذیب اور ثقافت کا مرکز ہے۔ جو دُنیا کے جدید ترین شہروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ملک کے دوسرے شہروں کے مقابلے میں یہ شہر تعلیمی اور ثقافتی لحاظ سے اپنی ایک الگ پہچان رکھتا ہے۔ دوسرے شہروں کے مقابلے میں یہاں کے لوگ کافی حساس اور ذمے دار مانے جاتے ہیں۔ اسی شہر میں کچھ ماہ پہلے ہوئی ایک واردات نے انسانیت کو شرمسار کردیا۔

چار بھائیوں نے راتوں رات دولت حاصل کرنے کے چکر میں تانترکوں کے ایک گروہ کے کہنے پر اپنی ماں کو بے رحمی سے قتل کردیا۔ اس میں سب سے زیادہ چونکا دینے والی بات یہ تھی کہ ان میں سے ایک بھائی ایم بی اے دوسرا انجینئر اور باقی دو بارہویں جماعت کے طالب علم تھے۔ ملک کا یہ اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ کس حد تک توہم پرستی میں مبتلا ہے۔ اس کی یہ زندہ مثال ہے۔

ان چاروں بھائیوں سے بھی کسی تانترک نے کہہ دیا تھا کہ اُن کے گھر میں خزانہ موجود ہے مگر اسے حاصل کرنے کے لئے انہیں اپنی ماں کی بلی دینی پڑے گی اور غالباً انہیں یہ یقین بھی دلایا کہ وہ دوبارہ اُن کی والدہ کو زندہ کردے گا۔ دولت کے لالچ میں اور راتوں رات امیر بننے کی خواہش میں اندھے ہوکر ان نوجوانوں نے اپنی ماں کی بلی چڑھادی۔ پھر تانترکوں نے انہیں مشورہ دیا کہ ماں کو زندہ کرنے کے لئے اور خزانہ حاصل کرنے کے لئے انہیں اور تین انسانوں کی بلی دینی پڑے گی۔ دولت کی خواہش میں اندھے ان نوجوانوں نے ماں کی بیماری کا جھوٹا بہانہ بنا کر سگی بہن اور اس کے شوہر کی دو بہنوں کو بلوایا اور ان کے گھر میں داخل ہوتے ہی ان پر حملہ کردیا۔ اچانک ہوئے اس بھیانک حملے سے وہ عورتیں بری طرح زخمی ہوگئیں اور مدد کے لئے آواز دینے لگی۔ چیخ پکار سن کر آس پاس کے لوگ جمع ہوئے اور انہیں دبوچ لیا۔

یہ دونوں واردات مختلف سوالات کو جنم دیتی ہیں۔ وہ کیا وجوہ ہیں کہ عصری جدید اعلیٰ تعلیم کا حامل طبقہ اتنی آسانی سے اس طرح کے جرائم کے ارتکاب پر آمادہ ہوجاتا ہے؟ جدید ترقی یافتہ سماج پر توہم پرستی کا آج بھی اتنا زبردست اثر کیوں کر قائم ہے۔ وہ کونسی وجوہ ہیں جو انسان کو حیوان بنا دیتی ہیں۔ اس کی مختلف وجوہ ہوسکتی ہیں مگر آج کے اس ترقی یافتہ جدید سماج پر اگر نظر ڈالیں تو محسوس ہوتا ہے کہ قدیم دور میں جن لوگوں نے لوگوں کے اذہان پر حکومت کرنے کے لئے انہیں مذہب کے نام پر بڑی چالاکی کے ساتھ ذہنی طور پر غلام بنا کر استعمال کیا اور جب ذرائع ابلاغ نے ترقی کرلی تو اُن لوگوں نے ان پر بھی قبضہ کرکے نئے انداز میں اُن ذرائع ابلاغ کا استعمال شروع کردیا اور لوگوں کو اپنا غلام بنالیا۔ اسی طرح وہ لوگوں کے دماغوں پر حکومت کررہے ہیں۔ آج بھی ملک کی بڑی آبادی اپنی زندگی کے سماجی معاشی سیاسی، یہاں تک کہ نجی معاملات میں ان کے مشوروں کی محتاج ہے۔ وہ لوگوں کو مذہب کے نام پر بڑی آسانی سے کنٹرول کرلیتے ہیں۔ یہ ثبوت ہے کہ ملک کو جس دماغ نے عرصہ پہلے لوگوں کو مختلف طبقات میں تقسیم کرکے ان پر سیکڑوں سال حکمرانی کی اس دماغ نے جب دیکھا کہ دُنیا میں ترقی کی لہر دوڑ رہی ہے اور ذرائع ابلاغ نے دُنیا کو سمیٹ کر ایک گاؤں میں تبدیل کردیا ہے تو ان لوگوں نے ان ذرائع کو بھی اپنے کنٹرول میں لے لیا اور انہیں اپنی سوچ کو پھیلانے اور اُسی انداز سے لوگوں کو اذہان پر حکومت کرنے کا ذریعہ بنالیا جس میں میڈیا، اخبارات اور ٹیلی ویژن پر اس طرح کے واقعات بڑے زور وشور سے اٹھائے جاتے ہیں مگر توہم پرستی کو پھیلانے والی سوچ کے خلاف میڈیا زبان کھولنے سے کتراتا ہے۔ وہ اس طرح کے واقعات کی سطحی معاملات لوگوں کو فراہم کرتا ہے۔ اس طرح کے واقعات کو سماج میں پھیلنے والی برائی کے طور پر پیش کرنے کی بجائے اُسے دلچسپی اور تفریحی Entertainment کا رنگ دے دیتا ہے۔ اسے ایک کہانی کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جس سے ناظرین کا ایک بڑا طبقہ لطف اندوز ہوتا ہے۔ ٹیلی ویژن اور اخبارات کو ایک دن کا موضوع مل جاتا ہے۔ میڈیا اس میں بھی اپنا مادی مفاد تلاش کرلیتا ہے۔ ایک عجیب وغریب مذاق عام طور پر یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جس میں خبروں کے دوران ایک اینکر اس خبر پر بحث کرتے ہوئے سماج میں پھیلنے والی توہم پرستی کس طرح سماج کو برباد کررہی ہے اس موضوع پر مختلف سائنسی سوچ اور فکر رکھنے والے مہمانوں سے گرما گرم بحث کرتا ہے۔ اور اسے سماج کے لئے انتہائی خطرناک ثابت کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ پھر ایک گھنٹے بعد وہی اینکر کسی جیوتشی (Astrologer) یا علم اعداد کے دعویدار اور کسی بابا سے لوگوں کے واسطہ سے مختلف مسائل پر ان کی جنم تاریخ اور وقت پیدائش کی بنیاد پر عجیب وغریب حل بتاتا نظر آتا ہے۔ یہ اینکر بزنس میں آرہے نقصان، شادی بیاہ میں آئی رکاوٹوں اور اولاد نہ ہونے کی وجوہ کسی ماہر معاشیات، کسی ماہر سماجیات اور ڈاکٹر سے نہیں بلکہ جیوتشی سے پوچھتا ہے۔ اور اس کی تائید بھی کرتا نظر آتا ہے۔ ہر ٹی وی چینل پر ایک بڑا وقت اس طرح کے پروگراموں کے لئے مخصوص ہے۔ بیشتر اخبارات میں روزانہ کا مستقبل اور آج کا دن آپ کے لئے کیسا گزرے گا جیسی باتوں کا تذکرہ موجود ہوتا ہے۔ انٹرنیٹ پر ایسی سیکڑوں ویب سائٹ ہیں جن میں تنتر منتر کے ذریعہ لوگوں کے مسائل کے حل بتائے جاتے ہیں۔ ایسے سیکڑوں سافٹ ویئر مفت میں میسر ہیں۔ جو آپ کے تمام مسائل کا حل تنتر منتر کے ذریعے بتاتے ہیں۔

غور کریں تو بچہ جس وقت اس دنیا میں آنکھ کھولتا ہے اس سے قبل ہی یہ طے کردیا جاتا ہے کہ کونسا وقت اُس کے لئے اچھا شگون ثابت ہوسکتا ہے۔ اس لئے ہزاروں بچوں کو جیوتشی کے کہنے پر وقت سے پہلے مصنوعی طریقہ سے ولادت کرادی جاتی ہے۔ بچے کا نام، اُس کے بڑے ہونے پر اُس کا منڈن، اُس کو کب اسکول میں داخلہ لینا چاہئے، کونسا کیئریر اختیار کرنا چاہئے، شادی کس لڑکی سے ہو، شادی کا وقت کونسا ہو، مرنے کے بعد بھی اُس کی روح کی شانتی کے لئے جب تک اُس کے رشتہ دار زندہ ہوتے ہیں وہ ان ہی جیوتشی اور مختلف باباؤں کے سہارے زندہ رہتا ہے۔

یہ وہ عمل ہے جس نے عرصے سے ملک کی اکثریت کو اپنا غلام بنا رکھا ہے۔ اور اس کے ذریعے وہ اُن کی زندگی کے تمام فیصلوں کو اپنے ہاتھ میں لینے والا بن جاتا ہے۔ پوری طرح ایک بڑی اکثریت اس طرح کے عمل کرنے والوں کی محتاج ہوجاتی ہے۔ اور ان کے ہاتھوں میں کھلونا بن جاتی ہے۔ اس سوچ کو میڈیا تیزی سے پھیلا رہا ہے۔ بلکہ ایسے سیکڑوں چینل موجود ہیں جن پر دن بھر اسی طرح کے پروگرام آتے رہتے ہیں۔ جس کی چند تازہ مثالیں:

(۱) کچھ عرصے پہلے ٹی وی اخبارات اور انٹرنیٹ موبائل کے ذریعے یہ خبر بڑے پیمانے پر عام کی گئی کہ مایا سبھیتا وسنسکرتی کا کیلنڈر صرف ۲۰۱۲ء تک تاریخ بتاتا ہے۔ اس لئے ۲۰۱۲ء کے بعد دنیا کی تباہی طے ہے۔ اب آپ زیادہ سے زیادہ مذہبی رسوم ورواج کا اپنے آپ کو پابند بنالیں، اگر مرنے کے بعد اچھے روپ میں جنم چاہتے ہیں۔

(۲) India ٹی وی کی یہ خبر کہ مہابھارت کا کردار اشوتھاما کروکشیتر میں گھوم رہا ہے۔ یعنی ہزاروں سال پہلے لکھی گئی ایک دیومالائی کتاب کا کردار آج بھی زندہ ہے۔ کچھ عرصہ پہلے ملک بھر میں زیادہ تر لوگ کئی دنوں تک رات بھر جاگتے رہے۔ وجہ بتائی گئی کہ فلاں دن اماوس ہونے کی وجہ سے جو سوئے گا اس کی نیند ہی میں موت واقع ہوجائے گی۔ اس طرح کی مختلف خبریں اور افواہیں بڑے اہتمام سے ہر ٹی وی چینل پر جاری رہتی ہیں۔ جو لوگوں میں مزید توہم پرستی کو بڑھاتی ہیں۔

یہ تمام مثالیں اور ہر روز بڑے اہتمام کے ساتھ شائع کی جانے والی اس طرح کی خبریں توہم پرستی کو مزید بڑھاوا دے رہی ہیں۔

اس طرح کے واقعات کسی دیہات میں نہیں بلکہ ملک کے جدید ترین شہروں میں واقع ہوتے ہیں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ اتنی تعلیم حاصل کرنے کے بعد بھی آخر جہالت کی دلدل میں کیوں پھنسا ہوا ہے۔

جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کو بزنس مینجمنٹ کے تمام گُر سکھائے جاتے ہیں مگر اس میں Life Management کا کوئی گُر موجود نہیں بلکہ اپنے مفاد کو حاصل کرنے کے کون کون سے طریقے استعمال کئے جاسکتے ہیں، اپنے بزنس کو بڑھانے کے لئے خوشنما اشتہاروں کا کس طرح سہارا لیا جاسکتا ہے، اپنے مفادات کی خاطر ہزاروں انسانوں کی صحت وتندرستی کو کس طرح نظر انداز کرکے ایک جھوٹ کو سچ ثابت کیا جاسکتا ہے۔ یہاں تعلیم کا واحد مقصد دولت کا حصول ہے۔ ایک انجینئر کو عمارت کی تعمیر کے تمام گُروں سے آگاہ کیا جاتا ہے، مگر کردار کی تعمیر کن خطوط پر ہونی چاہئے اس کا کہیں بھی تذکرہ موجود نہیں۔ انسان کو یہ جدید تعلیم پانی میں مچھلیوں سے اچھی تیراکی، ہوا میں پرندوں سے اچھی پرواز اور زمین پر گھوڑے سے اچھی دوڑ تو سکھاتی ہے۔ مگر انسان کو انسان نہیں بناتی زندگی کے مقصد سے اُسے آگاہ نہیں کرتی اُس کا رشتہ مالک حقیقی سے نہیں جوڑتی بلکہ انسانوں کے درمیان مادیت کی خاطر ایک ایسی دوڑ لگادیتی ہے کہ انسان، انسان نہ رہ کر ایک ترقی پذیر حیوان بن جاتا ہے۔ جدید تعلیم تنخواہ کے مختلف پیکیج کے نام پر نوجوانوں کو ایسے روبوٹ میں تبدیل کررہی ہے۔ جس کی پوری سوچ مادیت پر مرکوز ہے۔

زیادہ سے زیادہ دولت کا حصول اور اپنے مفاد کو تمام اُصولوں اور ضوابط سے مقدم رکھنا سکھاتی ہے۔ دولت کے حصول میں وہ اندھے ہوجاتے ہیں اور پھر تمام حدود وقیود کو پار کرجاتے ہیں۔ وہ ہر رشتے کو ہر شئے کو دولت کے پیمانے سے ناپتے ہیں۔ جہاں انہیں مادی فائدہ نظر آتا ہے۔ اُسے کر گزرتے ہیں۔ ●●

عقیدۂ آخرت کی اہمیت

ظفر عاقل، دارالعلوم صفہ، نظام آباد

دین اسلام میں عقیدۂ آخرت کی بڑی اہمیت ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید کے ذریعے اور اپنے انبیائے کرام علیہم السلام بالخصوص اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے انسانوں میں آخرت کے عقیدے کو دلوں میں مضبوط بٹھانے کے لئے مختلف اور مسلسل دلائل دیئے ہیں۔ آخرت کا آنا یقینی ہے اور اس کا وقت طے شدہ ہے اور اللہ کا وعدہ برحق اور سچا ہے اسی لئے زور دیا گیا کہ آخرت کی کامیابی ہی عظیم الشان کامیابی ہے اور انسانوں کو حتی المقدور کوشش کرنی چاہئے کہ آخرت کی ناکامی اور اللہ کے غضب سے بچتے اور کل روز محشر کامیاب وکامران ہونے اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس مختصر اور ختم ہوجانے والی دنیا میں جدوجہد کرتے ہوئے دین اسلام کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق زندگی گزاریں۔ حقیقت یہ ہے کہ کائنات کے موجودہ نظام کے لئے ایک متعین مدت مقرر ہے اور سوچا جائے تو آخرت کے واقع ہونے کی اطلاع دے کر انسان کے ساتھ بڑی بھلائی کی گئی ہے اور یہ بات اہل دانش سے پوشیدہ نہیں ہے۔ چنانچہ اس فانی دنیا میں انسان کے اخلاق درست رکھنے اور باہمی طور پر ایک دوسرے کے خلاف ظلم وناانصافی سے بچنے اور آپس میں ایک دوسرے کو برداشت کرنے اور آپس میں بھلائی سے پیش آنے کے لئے آخرت کا عقیدہ ناگزیر ہے۔ انسان کی فطرت ہے کہ وہ برے انجام سے خوف کھاتا ہے اور اپنے ذاتی فائدہ اور بہتری کے لئے لپکتا ہے۔ اسی لئے کہا گیا کہ ایمان دراصل خوف وامید کے درمیان ہے۔ سیرت صحابہ کرامؓ کے اوراق اس بات کے شاہد ہیں کہ حضرت عمرؓ خوف وامید کا تذکرہ ایمان کی نسبت کے ساتھ کرتے ہوئے اپنی ذات بابرکات کو پیش کرتے ہیں۔ آج کی دنیا میں ظلم وزیادتی ایک دوسرے کے حقوق کا استحصال، اخلاقی برائیاں، غیبت، جھوٹ، مکروفریب، خوشامد پسندی وغیرہ کا چلن عام ہوگیا ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ''آج'' کا انسان اپنے ''کل'' سے غافل ہوگیا ہے۔ جو اہل ایمان نہیں ہوتے یعنی جو انبیاء کے بتاتے ہوئے غیب پر یقین وایمان نہیں رکھتے وہ اس دنیا کو ہی اصل دنیا سمجھتے ہیں اور ان کا کہنا ہوتا ہے کہ جب انسان ختم ہوجاتا ہے تب اس کا گوشت پوست، اس کی ہڈیاں زمین میں رل مل کر زمین ہی کا حصہ بن جاتی ہیں تبھی تو یہ دنیا پرست اور آخرت کا انکار کرنے والے دنیا کے مزے لوٹنے میں کسی اخلاقی بندش کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور ان کی زندگی کو دیکھا جائے تب ایک حیوان کی زندگی کی جھلک اس میں ہم کو ملتی ہے۔ شیطان لعین جو انسان کا ازلی دشمن ہے یہی تو چاہتا ہے کہ انسان اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلے نہ کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے بتائے ہوئے راستے پر۔ اس لئے شیطان اس دنیا میں انسان کو غفلت میں ڈالے رکھتا ہے اور اس کے جال بڑے پرفریب ہوتے ہیں، دلکشی اور دل لبھائی اس کے بڑے ہتھیار ہوتے ہیں اور دنیا کی زندگی کو اور دنیا کی ختم ہوجانے والی نعمتوں کو حاصل کرنے کے لئے حرام وحلال کی تمیز ختم کرا دیتا ہے اور گناہوں نیز حرام کاموں کو دلفریب انداز میں پیش کرتا ہے۔

کیا آج عورت کی بے عزتی وبے توقیری اور اس قابل احترام ومحبوب ہستی کا بازاری شئے کا مماثل بن جانے پر راضی ہوجانا اس شیطانی گورکھ دھندے کی وضاحت کے لئے کافی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت کی رغبت اور اس کی تسکین بالخصوص نسل انسانی کی تخلیق وتحفظ کے لئے عورت سے شادی بیاہ کا مہذب ومعروف طریقہ اپنانے کا حکم دیا ہے تاکہ نظر ودل کی پاکیزگی برقرار رہے، لیکن شیطان نے نہ صرف مردوں میں بلکہ عورتوں میں بھی بے حیائی اور عریانیت کو عام کرکے عورت کو بازاری شئے بنادیا ہے اور طرفہ تماشہ یہ کہ جہالت وناخواندگی کے گئے گزرے ماضی کے دور سے پرے آج کے علم کی فراوانی وانفشار سے منور معاشرے میں عورت اس شیطانی فریب خوردگی پر نہ صرف راضی ومطمئن ہے بلکہ اس خباثت ونحوست کے حصول کے لئے اصرار کرتی ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ مرد تو جسم پر مہذب پورا لباس پہنے ہوئے نظر آتا ہے لیکن عورت کوشش کرتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ بے لباس نظر آئے۔ یہ صورتحال اہل ایمان اور آخرت کے عقیدے پر پختہ ایمان ویقین رکھنے والوں کے لئے بڑی تشویشناک ہے۔ اور پکار پکار کر توجہ دلا رہی ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے تن من دھن سے جدوجہد کریں۔ بالخصوص ہماری بہنیں اور ملت کی بیٹیاں اس غلیظ اور کراہت آمیز صورتحال کو ختم کرنے کا پختہ عزم اور پکا ارادہ کرلیں اور میدان عمل میں اس طرح سامنے آئیں کہ نہ صرف وہ خود پہلے دین اسلام کی تعلیمات پر عمل کریں بلکہ زندگی بھر اللہ کے دین کو عام کرنے کے لئے اپنے آپ کو وقف کردیں۔ اس سے امید ہے کہ نہ صرف تمام مرد وخواتین کی دنیا میں بھلائی ہوگی بلکہ اصلاً ان کی آخرت بھی فوز وفلاح سے ہمکنار ہوگی اور سب سے بڑی بات یہ ہوگی کہ ہم سب کا رب ہم سے راضی ہوجائے گا۔

ایک اور اہم چیز جو پیش نظر ہونی چاہئے اور عقیدۂ آخرت جس کا تقاضا ومطالبہ کرتا ہے اور روز محشر جس کی پوچھ گچھ ہوگی وہ یہ کہ اللہ کے دین میں پورا کا پورا داخل ہوا جائے کیونکہ انسان کو دنیوی زندگی کے ایک ایک لمحے کا اور ایک ایک فعل کا جواب دینا ہوگا۔ ایسا نہ ہو کہ ساری زندگی میں کچھ حصہ تو اللہ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق بنا سنوار لیا جائے اور باقی حصے میں اپنی من چاہی زندگی گزاری جائے۔ یہ ایک طرف تو عقل وانصاف کے خلاف ہوگا دوسری جانب اللہ کے احکام کی صریحاً حکم عدولی کہلائے گی۔ اس طرح یہ بھی دیکھنا ازبس ضروری ہے کہ آیا اس نے اپنا مقصد زندگی اللہ کے دین کو بنایا یا دین کے نام پر مختلف مصروفیتوں میں اپنے آپ کو مشغول رکھا۔ اس بات سے بہت ہوشیار اور چوکنا رہنے کی ضرورت ہے کہ شیطان کے حربے صرف یہ نہیں ہوتے کہ انسان گناہوں میں مبتلا کردے بلکہ وہ یہ بھی کوشش کرتا ہے کہ اہل حق کو اصل واکمل راہ سے بھٹکا اور الجھا دے اور آپس میں غیر ضروری یا کم ضروری معاملات میں مصروف کرلے۔ اصل منصبی ذمہ داری سے جس کی کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جواب دہی کرنی ہے، غفلت کا شکار بنادے۔ ●●

اوراب سوڈان کے صدر کے خلاف شکنجہ

محمد جمال عرفہ، ترجمہ: مسعودالرحمٰن خاں ندوی

بین الاقوامی عدالت جس نے سوڈانی صدر عمر البشیر کے خلاف ''جنگی جرائم'' میں ملوث ہونے کے الزام میں گرفتاری کا وارنٹ جاری کیا ہے، چونکہ بین الاقوامی سیکورٹی کونسل کی قرارداد سے تشکیل پائی ہے جس پر بڑی طاقتوں خاص طور پر امریکہ ویورپ کا تسلط ہے، اور اسی مجلس کے اختیار میں بشیر کے خلاف مقدمہ یا اس کے فیصلے کو منجمد کرنے کا اختیار ہے اس لئے وہ فیصلہ گویا امریکی انتظامیہ کے اختیار میں ہے۔ اس کی طرف خود صدر بشیر نے چھ ماہ قبل خرطوم کے ایک عوامی جلسہ میں ان الفاظ میں اشارہ کیا تھا: ''جب مغرب مجھ سے خوش ہوجائے تو تم مجھ کو رد کردینا اس لئے کہ ان کی خوشی کا یہ مطلب ہے کہ میں صحیح راستہ پر نہیں ہوں۔'' چونکہ اوباما انتظامیہ بھی ان بازیگروں (Hawks) کا مجموعہ ہے جو بشیر اور ان کے گروہ کو ان کے اسلامی منصوبہ کی وجہ سے چیر پھاڑ ڈالنا چاہتا ہے، اس لئے یہ مقدمہ ان کے لئے افریقہ میں امریکہ کے اثر ورسوخ بڑھانے اور پٹرول ہتھیانے اور دیگر اسٹریٹجک مقاصد حاصل کرنے کے لئے بہترین موقعہ ہے، تاکہ ۲۰۰۶ء سے تشکیل شدہ اس بے کام محکمہ کو کارکردگی دکھانے کا موقع ملے اور امریکہ خرطوم پر دباؤ بڑھا کر افریقی براعظم میں رعایتیں حاصل کرے، یہ اس طرح کہ محکمہ کی طرف سے بشیر کی گرفتاری کا وارنٹ خرطوم کے گلے کا پھندہ بن جائے، جب وہ مغربی مفادات کی راہ میں ذرا بھی حائل ہو تو لگام کھینچ لی جائے اور اگر سعادتمندی سے مقررہ کردار ادا کرتا ہے تو بھی لٹکتی ہوئی رسّی اس کو انجام بد سے ڈراتی رہے۔

اوبامہ کے ساتھ کام کرانے والی ٹیم وہی ہے جس نے کلنٹن کے عہد میں ۱۹۸۸ء میں کیمیائی اسلحہ بنانے کے الزام میں سوڈان کے دواؤں کے شفاء کارخانہ پر انتقاماً بمباری کرائی تھی۔ اب ان کو بین الاقوامی محکمہ کے فیصلے سے مزید انتقام کا موقع ملا ہے۔ اوباما کے افریقی پس منظر اور اس کی انتظامیہ کے نئے ارکان کے رجحانات سے بھی یہی پتا چلتا ہے کہ سوڈان کو مشرقی وسطیٰ کے بعد مسائل پر سبقت حاصل رہے گی اور متعدد امریکی مطالعات کے مطابق سوڈان کے خلاف امریکی سیاست کا بیشتر دارومدار طاقت بشمول فوجی طاقت پر رہے گا۔ ہم کو یہاں نہ اوباما کے اجتماعی پس منظر سے بحث ہے۔ نہ جنوبی سوڈان کی عوامی تحریک کے رہنما سلفا کیئر (نائب صدر سوڈان) کی طرف سے اوباما کے جنوبی سوڈانی ہونے کے پروپیگنڈہ سے کہ اس بہانے وہ بشیر کی گرفتاری وقید کے بعد پورے سوڈان پر حکومت کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ اور نہ کانگریس کے سینٹر کی حیثیت سے اوباما کی طرف بشیر کی جنوب اور مغربی سوڈان (دارفور) سے متعلق پالیسیوں کی مخالفت سے بلکہ ہم کو یہاں صرف اوباما ٹیم کی اسٹریٹیجی اور ان کے عملی اقدامات سے غرض ہے۔

ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے اقتدار میں آتے ہی ان ڈیموکریٹ بازی گروں کے بیانات خرطوم اور بشیر کے خلاف تھے۔ خود اوباما نے انتخابی مہم کے دوران اپنے مدمقابل جون مکین کے ساتھ مباحثہ میں کہا تھا ''اس کے نزدیک دارفور کا مسئلہ علی الاطلاق مجسم شر ہے اور جو لوگ دارفور میں اجتماعی تباہی وبربادی کے سیاسی احکام صادر کرتے ہیں وہ شر کے وسائل ہیں اور ان کو راڈار کے سکرین سے ہٹانا اس کا فرض ہوگا!''

وزیر خارجہ ہیلری کلنٹن دارفور بحران کے حل میں امریکی رول کی ضرورت کی بار بار اپیل کرتی رہی ہیں چنانچہ ان کا کہنا ہے ''دارفور میں لاکھوں شہریوں کی سلامتی کے لئے کام بین الاقوامی قانون کی رو سے واشنگٹن کا اخلاقی فرض اور ذمہ داری ہے۔'' اس سے پہلے وہ بشیر نظام حکومت کے خلاف ہوائی پابندیوں کی بات کرچکی ہیں تاکہ وہ دارفور کے گاؤں پر بمباری نہ کرسکے جیسا کہ عراق میں صدام نظام حکومت کے خلاف ہوا تھا۔ بلکہ اگر ضرورت ہو تو وہ سوڈانی حکومت کے خلاف فوجی حملہ بھی جائز سمجھتی ہیں۔ چنانچہ اوباما کے خلاف پری لیمری انتخابی مہم میں جب یہ بات آئی کہ القاعدہ کی سرگرمیوں کو محدود کرنے میں خرطوم نے امریکہ کی امن وامان کے لحاظ سے مدد کی تھی تو ہیلری نے کہا کہ وہ ''انقاذ'' (بشیر کی جماعت) نظام حکومت سے یہ نہیں چاہتیں کہ وہ امریکہ کو پسند کرے اور اس کو دہشت گرد تنظیموں کے بارے میں چھوٹی موٹی اطلاعات فراہم کرے، بلکہ وہ تو یہ چاہتی ہیں کہ وہ امریکہ کی سخت گرفت سے خوف کھائے، اس لئے کہ وہ یہی زبان سمجھتا ہے۔

اوباما کے نائب جوزیف بائیڈن نے سوڈان کے خلاف زیادہ متشددانہ امریکی پالیسیوں کی ضرورت کی بات کی، چنانچہ، ۲۰۰۷ء میں ''امریکی افواج کی ذمہ داریوں کے استحکام کے لئے بائیڈن ڈکلریشن'' کے ضمن میں دارفور میں تشدد کے مقابلہ کے لئے امریکی فوجی قوت پر اعتماد کی دعوت دی۔ اور مارچ ۲۰۰۸ء میں بائیڈن نے ایوان بالا کا ایک جلسہ بعنوان ''دارفور میں بحران جاری'' میں پہلے تو یہ سوال اٹھایا: ''دارفور میں اجتماعی ہلاکت خیزی کے جواب میں کیا عالمی برادری سب سے بہتر یہی کام کرسکتی ہے؟ یہ بات حوصلہ افزا نہیں ہے اور میرے خیال میں ناقابل قبول بھی ہے۔ دارفور میں ہماری آنکھوں اور کانوں کے سامنے تباہی وبربادی ہورہی ہے۔ اس بابت ہم کیا کررہے ہیں؟ ہم جو کچھ کررہے ہیں وہ سوڈانی نظام حکومت کو اس کی پالیسیاں بدلنے پر مجبور نہیں کررہا ہے۔'' پھر انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ دارفور میں اجتماعی ہلاکت خیزی بھڑکانے والے سیاسی احکام جاری کرنے والوں کے خلاف محاکمہ کے لئے کام کریں گے۔

اقوام متحدہ میں امریکہ کی نمائندہ سوزان رائس (جو بشیر نظام حکومت اور سوڈان کے بارے میں فرزند بش کی سوڈان پالیسی کی سخت ناقد تھیں) کا ماننا ہے کہ سوڈان اس کی ذمہ داریوں میں سے ایک ہے۔ وہ کلنٹن انتظامیہ، دوم میں راوندا کی اجتماعی تباہی کے وقت وزیر خارجہ مدلین اولبرائیٹ کی دست وبازو تھیں، اس وقت انہوں نے اجتماعی ہلاکت خیزی کے بہت گر سیکھے تھے، پھر انہوں نے امریکی ناکامی کی طرف سے رُخ موڑنے کے لئے دارفور میں اجتماعی ہلاکت خیزی کا شور مچانا شروع کردیا تھا۔ اور ۲۰۰۸ء میں بروکنگز ادارہ کی سینئر اسکالر کی حیثیت سے اپنی شائع شدہ رپورٹ بعنوان ''دارفور میں اجتماعی ہلاکت خیزی'' میں سوڈانی نظام حکومت کے خلاف چھ سفارشیں کیں جن میں نمایاں ترین یہ تھیں: (۱) سیکورٹی کونسل یا یوروپی یونین کی طرف سے خرطوم کے خلاف سنگدلانہ پابندیاں یہاں تک کہ بشیر اقوام متحدہ اور افریقی اتحاد کے تابع امن وامان قائم کرنے والی افواج کے داخلہ کی اجازت دیں۔ (۲) خرطوم کی چیلنج کرنے والی باغی جماعتوں کو متحد کرکے مضبوط طاقت بنانا (۳) اور دیرپا قابل فائربندی اصل میں سوزان رائس سوڈان کے خلاف فوجی حل کے مددگاروں میں ہیں جس کو امریکہ اپنے اتحادیوں کے ساتھ دارفور میں لاگو کرے، نیز وہ نیٹو اور امریکہ درمیان ایسے تعاون کی قائل ہیں جو اقوام متحدہ اور افریقی اتحاد کی افواج کی ٹیکنالوجی اور معلومات کی مدد سے تربیت کرے، اور خرطوم کے خلاف نیٹو افواج کا استعمال کرے۔

اسرائیل شہریت کے حامل یہودی راہم ایمانویل (چیف آف وہائٹ ہاؤس اسٹاف) کا بھی اسی گروہ سے تعلق ہے جو بشیر اور خرطوم کو سزا دلانا چاہتا ہے۔ اس نے صہیونی لابی کے تعاون سے عوام یہاں تک کہ مدارس کے بچوں سے بھی (دارفور بچوں کے لئے نصف ناشتہ) وغیرہ کے ذریعہ چندہ بازی مہم چھیڑ کر اس کو تمام امریکیوں کا Home Work بنادیا تاکہ تمام عوام امریکی انتظامیہ پر سوڈان میں مداخلت کے لئے دباؤ بنائیں۔

وہ سیکورٹی کونسل کی طرف سے دارفور میں اسلحہ کی خرید وفروخت پر پابندی کی قرارداد کو ناکافی سمجھنے والے ان نمایاں لوگوں میں ہے جو پورے سوڈان پر اسلحہ کی پابندی کے قائل ہیں اس لئے کہ حکومت سوڈان کے خرید کردہ ہتھیار بھی آخرکار دارفور ہی پہنچ جاتے ہیں، وہ اس خیال کا بھی حامل ہے کہ دارفور میں ''بین الاقوامی فوج کی امن وامان کی حفاظت'' کی حیثیت کو بدل کر ''امن وامان مسلط کرنے والی فوج'' کردینا چاہئے یا پھر اس فوج کو امریکی یا نیٹو افواج سے بدل دینا چاہئے بلکہ ایک الکٹرانک نوٹ کے مطابق اس کا خیال تو یہ ہے کہ سوڈان کو بین الاقوامی وصایت (Mandate) کے ماتحت کردینا چاہئے تاکہ دارفور اور جنوب سوڈان بلکہ پورے سوڈان میں امن وامان کے استحکام کو ضمانت حاصل ہو اس لئے کہ سوڈان کے بیشتر حکام کے نام اکیاون اشخاص کی اس حقائق کی تلاش کی کمیٹی کی فہرست میں آئے ہیں جس کو سیکورٹی کونسل نے ۲۰۰۵ء میں بھیجا تھا اور اس نے ان کو دارفور میں جنگی جرائم کے ارتکاب کے الزام میں بین الاقوامی محکمہ عدالت کے سامنے مقدمہ کے لئے پیش کرنے کی سفارش کی تھی۔

کئی امریکی انتظامیہ کے چوٹی کے عہدیداروں کے ان خیالات کی روشنی میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ کیا دارفور بحران کے حل کرنے کے بہانے واشنگٹن سوڈان میں فوجی مداخلت کے امکان پر سوچ رہا ہے، مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ اوباما اور ان کے عہدیداروں کے مذکورہ بالاسخت گیر بیانات کے باوجود سوڈان اور خاص طور پر بشیر کی گرفتاری اور محاکمہ کے بارے میں ان کی پالیسی کا تعین ناممکن ہے۔ اوباما خود پابندیوں میں سختی اور ہوائی پرواز کے ممانعتی علاقہ کے ''موید'' ہیں مگر سوڈان میں راست مداخلت کے بارے میں ان کو تردد ہے اس لئے ان کی انتظامیہ کی عام حکمت عملی اپنے ملک کے اندرونی معاملات کو سمیٹنے اور اقتصادی منصوبوں کی بہتری کے ضمن میں اخراجات میں کمی پر مبنی ہے۔ ہمیں سوڈانی صدر کے مشیر ڈاکٹر مصطفیٰ عثمان اسماعیل کی یہ بات بھی نہ بھولنی چاہئے کہ اوباما کی جیت کے بعد خرطوم اور ڈیموکریٹ پارٹی کے درمیان رابطے قائم ہوئے جن میں خرطوم نے یہ صاف پیغام دیا ہے۔ ''تعلقات نارمل ہوں ورنہ آمنے سامنے کا مقابلہ!'' نائب بشیر سلفا کیر کی معیت میں نومبر کی امریکی زیارت کے موقع پر ڈاکٹر مصطفیٰ عثمان نے یہ بھی کہا تھا: ''نئی امریکی انتظامیہ کے رہنماؤں اور ان سے بھی جو سوڈان کے معاملہ میں Hawks شمار ہوتے ہیں۔ میری ملاقات ہوئی تھی۔ ان سے جو کچھ سنا اس کے بارے میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ یہ انتظامیہ دارفور کے مسئلہ پر نیز مستقبل کے دیگر مسائل میں اس کی سابق انتظامیہ سے بدترین نہیں ہوگی۔''

اگر اوباما انتظامیہ کی طرف سے فوجی مداخلت میں احتیاط وتحفظ کے باوجود وہاں ایک لابی ہے جو دارفور کے مسئلہ کا شور مچاتی رہے گی۔ بشیر کی گرفتاری کے لئے زور لگاتی رہے گی۔ اور اوباما انتظامیہ پر دباؤ ڈالتی رہے گی۔ اس لابی کے دو رُخ ہیں (۱) دارفور کی نجات دلاؤ اتحاد جس پر صہیونی لابی حاوی ہے (۲) یہودی ہولوکاسٹ میوزیم، یہ بات بھی کوئی راز نہیں ہے کہ صہیونی لابی نے اس مسئلہ کو اس لئے اپنایا ہے کہ اس معاملہ میں امریکہ میں اجماع عام ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ فلسطین میں نسلی تطہیر کے سنگدلانہ اقدامات سے لوگوں کی توجہ ہٹا کر صہیونی ریاست کو ایسی مہذب شکل میں پیش کرنا ہے جو نسلی تطہیر اور ہلاکت خیزی کے خلاف معلوم ہو۔ مزید یہ ہے کہ افریقہ میں صہیونی مفادات کے دشمن کسی بڑے طاقتور ملک جیسے سوڈان کو پنپنے، بڑھنے اور ترقی کرنے سے روکنا بھی بہت اہم مقصد ہے۔ (ہفت روزہ الامان، بیروت)

دعوت

۱۰/اپریل ۲۰۰۹ء

ایک تشویش کا اظہار

پندرہویں لوک سبھا کیسی ہوگی؟ اس میں کس طرح کے لوگ پہنچیں گے؟ اس کی کارکردگی اور معیار کیسا ہوگا؟ اس سے کن مثبت تبدیلیوں کی امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں؟ کیا پندرہویں لوک سبھا کے لئے جو انتخابات ہونے والے ہیں اس کے نتیجے میں خوش آئند تبدیلیاں رونما ہوں گی۔ یہ اور اس طرح کے دوسرے سوالات اب اٹھنے لگے ہیں۔ ایک غیر سرکاری تنظیم نیشنل سوشل واچ کولیشن نے چودھویں لوک سبھا کی شکل وصورت، بناوٹ، کارکردگی اور معیار کو سامنے رکھتے ہوئے اور سیاسی دنگل میں اتری ہوئی سیاسی جماعتوں کے طور طریقوں کو دیکھتے ہوئے یہ اندازہ کرنے کی کوشش کی ہے کہ پندرہویں لوک سبھا کیسی ہوگی؟ اس نے سٹیزنس رپورٹ آن گورننس اینڈ ڈیولپمنٹ ۰۹-۲۰۰۸ء کے نام سے ایک جائزہ رپورٹ شائع کی ہے جس میں چودھویں لوک سبھا کی کارکردگی اور معیار کو سامنے رکھتے ہوئے یہ اندازہ قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ پندرہویں لوک سبھا کی صورت کیا ہوگی۔ اس میں چودھویں لوک سبھا کے ممبروں کی کارکردگی، پارلیمانی اجلاسوں میں ان کی شرکت، کارروائی میں ان کی دلچسپی اور حصہ لینے کی حالت ایوان کے اندر ہونے والے شور شرابے، رخنہ اندازی، وغیرہ کو سامنے رکھتے ہوئے نیز اب مختلف سیاسی جماعتوں کے ذریعے جس طرح کے امیدواروں کا اعلان کیا جاچکا ہے اس کو دیکھتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ حالت بڑی تشویشناک ہے۔ پندرہویں لوک سبھا میں جس قسم کے لوگ پہنچنے والے ہیں وہ معیار کے لحاظ سے تو چودھویں لوک سبھا سے بھی گرے ہوئے ہوں گے۔ اندازاً ایسے لوگوں کی تعداد پہلے سے زیادہ ہوجائے گی۔ جن کو پارلیمانی اجلاسوں کے چلنے اور کارروائی میں حصہ لینے، زیادہ سے زیادہ عوامی امور ومسائل کو وہاں زیر بحث لانے سے قطعی دلچسپی نہیں ہوگی۔ اس تنظیم نے اپنی رپورٹ میں یہ اندیشہ ظاہر کیا ہے کہ پندرہویں لوک سبھا میں شور شرابہ زیادہ ہوگا۔ ہنگامے اور نعرے بازیوں میں اس کا وقت ضائع کیا جائے گا۔ داغدار عناصر کی تعداد بڑھ جائے گی اور وہ ہر چیز کو اور خاص طور پر صاف ستھرے سیاسی عمل کو متاثر کریں گے۔ ہیرا پھیری اور بدعنوانی میں اضافہ ہوگا۔

رپورٹ میں یہ بتایا گیا ہے کہ لوک سبھا کا معیار برابر گرتا چلا جارہا ہے۔ چودھویں لوک سبھا میں جہاں ایوان زیریں اور ایوان بالا میں مجموعی اوقات کار علی الترتیب ۳ء۴ اور ۳ء۳ گھنٹہ یومیہ رہے وہیں اس سے پہلی والی لوک سبھا میں یہ ۵ء۵ اور ۴ء۴ گھنٹہ یومیہ تھے، یعنی کام کرنے کے اوقات میں مسلسل گراوٹ آرہی ہے۔ اس کی وجہ ایوان کی کارروائی کے دوران بار بار رخنہ اندازی، شور شرابہ، بائیکاٹ اور اس طرح کی دوسری سرگرمیاں رہی ہیں۔ اسی طرح کارروائیوں کے دوران ممبران کی حاضری اور کارروائیوں میں حصہ لینے کا معاملہ بھی تشویشناک ہے۔ بعض اوقات تو بحث میں گنتی کے ممبران نے حصہ لیا اور بل کسی بحث اور غور وخوض کے ہی منظور کرلیا گیا۔ اس کے مختلف پہلوؤں پر کوئی بحث ہی نہیں کی گئی۔ عوامی نمائندوں کا رویہ بھی بڑا ہی خراب اور غیر تسلی بخش رہا ہے۔ بعض دوسری رپورٹوں میں یہ سوال بھی اٹھایا گیا ہے کہ جن حالات میں پندرہویں لوک سبھا کے انتخابات ہورہے ہیں کیا اس سے مثبت نتائج برآمد ہونے کی امید رکھی جاسکتی ہے؟ کیا اس سے خوش آئند تبدیلیوں کی راہ ہموار ہوگی؟ ایک جائزے میں تو موجودہ سیاسی نظام پر ہی سوال اٹھایا گیا ہے کہ کیا وہ کارگر رہ گیا ہے؟ اس لئے کہ یہ نہ تو ملک سے بدعنوانی کو ختم کرنے میں کامیاب ہوسکا ہے نہ سیاست کی جرائم کاری کو روک سکا ہے۔ نہ لوک سبھا کے معیار کو بہتر بنا سکا ہے۔ نہ انتخابی خرابیوں کو دور کرسکا ہے۔ بلکہ الٹا یہ ہوا ہے کہ معیار گرتا چلا جارہا ہے۔ بدعنوانیاں بڑھتی چلی جارہی ہیں۔ کرپشن کا دائرہ وسیع تر ہوتا چلا جارہا ہے۔ پارلیمنٹ میں غلط عناصر کے پہنچنے کا راستہ صاف ہوتا چلا جارہا ہے۔ اس کا کھلا ثبوت یہ ہے کہ ان کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ ایسے لوگوں کو روکنے کا کوئی سسٹم موجود نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اب اس پر کوئی بحث نہیں ہورہی ہے۔ ہر سیاسی پارٹی ایسے عناصر کو اپنی صفوں میں جگہ دینے پر مجبور نظر آرہی ہے۔ یہ مجبوری برابر بڑھتی چلی جارہی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ سیاسی نظام کمزور سے کمزور تر ہوتا چلا جارہا ہے۔

یورپی یونین میں ترکی کی شمولیت کی مخالفت کیوں؟

امریکہ کی حمایت کے بعد فرانس نے ترکی کے دعوے کی جس طرح مخالفت کی اس کی وجہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ ترکی ایک مسلم ملک ہے

چیک جمہوریہ کے شہر پراگ میں یورپی یونین کے اجلاس میں یونین کی رکنیت کے لئے مسلم ملک ترکی کی امیدواری کی حمایت کرتے ہوئے امریکی صدر بارک حسین اوباما نے جب یہ بات کہی کہ یونین کے ممبران مسلم ممالک کی طرف باہمی اشتراک کے نئے دروازے کھولیں اور رکن ملکوں میں اضافہ کا عمل جاری رکھتے ہوئے ترکی کو رکن کے طور پر قبول کرلیں۔ پھر بعد میں انھوں نے ترکی پارلیمنٹ سے خطاب کرتے ہوئے اپنے موقف کا اعادہ کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ یورپی یونین میں ترکی کی شمولیت کی کھل کر حمایت کرتا ہے اور وہ یہ بات یورپی یونین کے ایک ممبر کی حیثیت سے نہیں بلکہ ترکی اور یورپ کے ایک گہرے دوست کی حیثیت سے کہہ رہے ہیں تو یقیناً ترکی میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہوگی کیونکہ برسوں سے رکنیت کے لئے جدوجہد کرنے والے ترکی کو پہلی بار امریکہ کی حمایت حاصل ہوئی ہے اور اس کے دعوے کو ایک طرح سے مضبوطی حاصل ہوئی ہے۔ ترکی کے وزیر اعظم طیب اردگان نے امریکی صدر کے اس بیان کا خیر مقدم بھی کیا۔

امریکی صدر کے بیان اور اپیل سے ترکی کو امید کی جو کرن نظر آرہی تھی، دوسرے ہی لمحہ فرانسیسی صدر نکولس سرکوزی کے بیان سے سخت مایوسی ہوئی۔ فرانسیسی صدر نے امریکہ کی اپیل کو مسترد کرتے ہوئے صاف صاف کہہ دیا کہ رکنیت دینے کا فیصلہ یورپی یونین کو کرنا ہے نہ کہ امریکہ کو۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ وہ یہ مانتے ہیں کہ ترکی ایک اہم اور بڑا اسلامی ملک ہے۔ ہم اس کا احترام کرتے ہیں لیکن یورپی یونین میں اس کی رکنیت کی مخالفت کریں گے۔ ہم ترکی کے ساتھ ممبر شپ کے بجائے بہترین پارٹنر شپ قائم کرنے کے حق میں ہیں۔ رکنیت کی مخالفت کیوں کریں گے۔ مسٹر نکولس سرکوزی نے اس کی وجہ نہیں بتائی صرف گول مول باتیں کہہ کر مسئلہ کو ٹال دیا۔

ترکی طویل عرصے سے یورپی یونین کی رکنیت حاصل کرنے کے لئے تگ ودو کررہا ہے اس دوران کئی بار یونین میں توسیع کی گئی اور نئے نئے ممبروں کو شامل کیا گیا حتیٰ کہ اس کے ممبر ملکوں کی تعداد بڑھ کر پچیس ہوگئی۔ لیکن ترکی کو ہر توسیع میں مایوسی ہوئی۔ کسی نہ کسی بہانے اس کی رکنیت کی دعویداری کو مسترد کردیا گیا حالانکہ وہ رکنیت کا اہل ہے۔ اس کی شرطوں اور کسوٹی پر بھی کھرا اترتا ہے۔ پھر بھی اس کی دعویداری کو سنجیدگی سے نہیں لیا جاتا ہے۔ کبھی ممبر ملکوں کے درمیان علاقائی تنازعات کو بہانہ بنایا جاتا ہے تو کبھی کچھ اور۔ لیکن حقیقت میں یورپی یونین کے ممبر ملکوں کو جو چیز کھٹکتی ہے اور انہیں رکنیت دینے سے روکتی ہے وہ ہے ترکی کا مسلم ملک ہونا جسے کھل کر ممبر ممالک بیان نہیں کرتے کیونکہ اس وقت ان پر مذہبی تعصب اور جانبداری کا الزام لگے گا۔

بتایا جاتا ہے کہ اس وقت یورپی یونین کے ممبر ملکوں میں مسلمانوں کی آبادی چھ سات فیصد سے زیادہ نہیں ہے جس کی وجہ سے انہیں مسلم مخالف فیصلے کرنے میں کوئی پریشانی نہیں ہوتی لیکن ترکی کی شمولیت سے پوری صورتحال ہی بدل جائے گی کیونکہ یورپی یونین کے ممبر ملکوں میں مسلمانوں کی آبادی پندرہ سے بیس فیصد ہوجائے گی اور اتنی آبادی یونین کے فیصلوں پر اثر انداز ہونے کے لئے کافی ہے۔ مبصرین کا کہنا ہے کہ یورپی یونین کے ممبر ملکوں کو سب سے زیادہ اندیشہ اسی بات کا ہے کہ ترکی کی شمولیت کے بعد وہ آزادانہ طریقے سے مسلم مخالف فیصلے نہیں کرسکیں گے کیونکہ ترکی اس کی مخالفت کرے گا۔ اس وقت ان کا مذہبی تعصب اور اسلام ومسلم دشمنی سامنے آئے گی۔

گزشتہ دنوں مسلم ممالک نے ڈنمارک کو یورپی یونین کا نیا صدر بننے سے روکنے کی جو اپیل کی اور اس کی وجہ پیغمبر اسلامؐ کے توہین آمیز کارٹونوں کی اشاعت کے خلاف حکومت ڈنمارک کا کارروائی سے انکار بتایا۔ مسلم ممالک کی اس اپیل کا نوٹس یقیناً یورپی ممالک لیں گے۔ اگر کسی یورپی ملک کے ساتھ ترکی کا جغرافیائی یا علاقائی تنازعہ ہے۔ وہ رکنیت میں حاصل کیسے ہوسکتا ہے۔ اگر رکنیت کے لئے اسے ضروری قرار دیا جائے تو یونین کے کئی ملکوں کو الگ ہونا پڑے گا کیونکہ کئی ایسے ممالک ہیں جن کے درمیان شدید اختلافات اور تنازعات ہیں پھر بھی وہ یونین کے ممبر ہیں۔ اس سے یہی پتہ چلتا ہے کہ ترکی کی رکنیت میں سب سے بڑی رکاوٹ اس کا مسلم ملک ہونے کا لیبل ہے۔ جب وہ ممبر نہیں ہے صرف پارٹنر ہے تو اس سے مسلم ممالک مذکورہ اپیل کررہے ہیں اور یہ حسن ظن رکھتے ہیں کہ ترکی ان کی اپیل پر اپنے اثر ورسوخ کا استعمال کرکے ڈنمارک کو صدر بننے سے روکے گا تو رکن بننے کے بعد وہ تو یورپی یونین میں عالم اسلام کا نمائندہ بن جائے گا۔ اسی اندیشے کی وجہ سے یورپی یونین کے ممبر ممالک ترکی کی شمولیت کی مخالفت کرتے ہیں لیکن ترکی بھی مخالفت کی پروا کئے بغیر مقصد کے حصول کیلئے مسلسل جدوجہد کررہا ہے اور رکنیت کی شرطیں بھی پوری کررہا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ مستقبل میں اسے کامیابی مل جائے۔ ●●

ناٹو ممالک نے افغانستان میں مزید فوجیں بھیجنے سے انکار کردیا

امریکہ کے صدر بارک اوباما دعویٰ کر رہے ہیں کہ وہ افغانستان کی فلاح وبہبود اور ترقی کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہیں۔ انھوں نے ناٹو کے لیڈروں سے غیر مبہم الفاظ استعمال کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ افغانستان میں جنگی مشن کی مدت کم سے کم تر کرنا چاہتے ہیں۔ قانون کی حکمرانی، حقوق انسانی، خواتین اور لڑکیوں کی تعلیم، اقتصادی ترقی، ڈھانچہ جاتی بہتری، مغربی طرز کی جمہوریت اور حقوق کے شعور واحساس کے فروغ جیسے معاملات میں جو کچھ کرسکتے ہیں سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن ساتھ ہی القاعدہ کے خلاف سخت ترین کارروائی کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے: ''میں یہ بات لوگوں کے ذہن نشیں کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری افغانستان میں موجودگی کا اولین مقصد القاعدہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ہے تاکہ وہ ہمارے کسی اتحادی ملک پر حملہ نہ کرسکے''۔ طرح طرح کے سنہرے وزریں خواب دکھاتے ہوئے انھوں نے ناٹو ممالک سے بڑے پیمانے پر افغانستان میں فوجی بھیجنے کی اپیل کی، لیکن عالم اسلام کی طرح یورپی یونین اور ناٹو بھی اب امریکہ کی جارحیت، ضد وہٹ دھرمی، دہشت گردی، انتہا پسندی اور بلا ضرورت خون خرابہ وانسانیت کشی والی ذہنیت اور عالم اسلام کو نشانہ بنا کر ساری دنیا کے اوپر اپنی بالادستی مسلط کرنے اور دنیا بھر کے فلاحی وترقیاتی معاشی واقتصادی مالیاتی ومادیاتی ذرائع پر بلاشرکت غیرے قبضہ واختیار کی دھن سے اکتا گئے ہیں۔ اب دنیا کا کوئی خوددار اور اپنی خودمختاری ضمیر وکردار اور آزادی ووقار کو عزیز رکھنے والا فرد، حکمراں یا ملک امریکہ کے وعدوں اور دعووں پر اعتماد وبھروسہ کرنے کو تیار نہیں ہے۔ چنانچہ ناٹو لیڈروں نے افغانستان میں صدر بارک اوباما کی مہم کو تیز کرنے کی اپیل کو سرد مہری کے ساتھ درکنار کردیا۔ انھوں نے افغانستان میں لڑنے اور جان دینے وجان لینے کے لئے اپنے فوجی بھیجنے سے انکار کردیا جہاں بارک اوباما کی تقریر کے دوران دنیا بھر میں سامعین افغانستان سے اپنی فوجیں واپس بلانے کے لئے کسی حکمت عملی کے طلبگار تھے انھوں نے جنگ کو جلد از جلد ختم کرنے کے لئے افغانستان میں مزید فوجیں بھیجنے کی اپیل کی تو ان کے یورپی اتحادیوں نے زیادہ سے زیادہ پانچ ہزار فوجی فراہم کرنے پر رضامندی کا اظہار کیا اور ان میں بھی زیادہ تر کو عارضی طور پر سیکورٹی ڈیوٹی کے لئے بھیجنے کا وعدہ کیا۔

انھوں نے اپنے پانچ ہزار میں سے تین ہزار فوجی صرف اگست میں ہونے والے الیکشن میں عارضی سیکورٹی کی فراہمی کی غرض سے تعینات کرنے پر رضامندی ظاہر کی ہے۔ اتنا ہی نہیں باقی دو ہزار میں سے بھی چودہ سو فوجیوں کو بھی افغان فوج اور پولیس کو ٹریننگ دینے والی ٹیم کا حصہ بنانے کا اعلان کیا۔ ظاہر ہے القاعدہ کا نام لے کر ایک پورے ملک کو تباہ کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے جبکہ آٹھ سال کی مدت میں نہ القاعدہ کو ختم کرنے کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا ہے نہ اس کے سربراہ اسامہ بن لادن کا چھلاوہ پکڑا جاسکا ہے۔ پھر اپنے فوجیوں اور افغان عوام کا خون بہانے سے کیا حاصل؟ جبکہ امریکہ کی دہشت انگیزی کے سوا القاعدہ کی کوئی واقعی سرگرمی بھی کہیں نہیں دیکھی جارہی ہے اور اصل مزاحمت کاروں کو جو اپنی آزادی وخودمختاری کے طلبگار ہیں اور غیر ملکی فوجوں کی بے دخلی چاہتے ہیں ان کی اصل شکایات اور مسائل پر امریکی حکمراں توجہ دینے کو تیار نہیں ہیں۔

واضح ہو کہ اوباما نے افغانستان میں اس سال وہاں موجودہ ۳۸۰۰۰ امریکی فوجیوں کی تعداد میں اضافہ کرکے ۶۸ ہزار کرنے کا اعلان کیا ہے۔ جس کی بنیاد پر سمجھا جارہا ہے کہ اس کے بعد افغانستان میں جنگ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی نہ ہوکر صرف امریکہ کی جنگ رہ جائے گی۔ نئی حکمت عملی کا مقصد جس کے لئے یورپی حکمراں زور دے رہے ہیں۔ افغانستانی سیکورٹی فورسز کو بڑے پیمانے پر اور بہتر قسم کی ٹریننگ دینا ہے تاکہ وہ خود اپنے ملک کا دفاع کرسکیں اور مغربی افواج کو ملک کو خالی کرنے کا موقع دے دیں۔ چنانچہ ایک سینئر یورپی ڈپلومیٹ کے حوالے سے نیویارک ٹائمز نے لکھا ہے کہ کوئی بھی شخص عوامی سطح پر یہ بات نہیں کہہ رہا ہے لیکن سچائی یہ ہے کہ ہم سب افغانستان سے نکلنے کی اپنی حکمت عملی پر بحث کررہے ہیں۔ ہم اس ملک کو چھوڑ رہے ہیں اس میں دو سال لگ سکتے ہیں لیکن ہم وہاں سے نکلنا چاہتے ہیں۔ ایک اخباری نمائندہ کے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ کیا افغانستان میں فوجوں میں اضافہ اس امر کے ساتھ ساتھ ہوگا کہ افغان حکومت نے ایک مجوزہ فیملی قانون کو منسوخ کردیا ہے جسے اقوام متحدہ نے ازدواجی زندگی میں زیادتی کو قانونی درجہ دینا قرار دیا ہے۔ اوباما نے کہا کہ قانون کو امریکہ کے فوجی ہدف کے حصول میں رکاوٹ نہیں بننا چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ قانون قابل نفرت ہے یقیناً اس انتظامیہ کے نظریات کرزئی حکومت کے گوش گزار کردیئے گئے ہیں اور آئندہ بھی کردیئے جائیں گے۔ لیکن میں پرزور انداز میں کہنا چاہتا ہوں کہ ہر شخص کو یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ ہماری توجہ القاعدہ کو شکست دینے پر مرکوز ہے۔

امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے درمیان افغان جنگ پر ایک مستقل لائن کھنچ گئی ہے۔ باوجود زبردست استقبال اور اوباما کے طریق کار ومقاصد کی بڑے پیمانے پر تعریف کے باوجود یورپی افواج کی تعداد میں اضافہ کے لئے ان کی اپیل کو نظر انداز کردیا گیا۔ انھوں نے اپنی نظر ثانی شدہ جو افغان پالیسی ناٹو لیڈروں کے سامنے رکھی اس پر گفتگو میں بہت سے ذمہ داروں کی یہ رائے سامنے آئی کہ امریکہ کو افغانستان میں ایک محدود اور قابل حصول ہدف مقرر کرلینا چاہئے۔ اوباما کو برسر اقتدار آئے دو مہینے ہوچکے ہیں۔ اس دوران انہیں یورپ کی زبانی حمایت اور عملی کارروائیوں میں فرق کو سمجھ لینا چاہئے۔ جرمنی نے کہہ دیا ہے کہ وہ مزید صرف چھ سو فوجی بھیج سکتا ہے۔ اسپین نے بھی ۶۰۰ فوجیوں کی پیشکش کی ہے جبکہ برطانیہ ۹۰۰ فوجی بھیجنے کیلئے تیار ہے۔ ●●

دعوت آن لائن کا افتتاح

میڈیا کا کام حالات وواقعات کی دیانتدارانہ تصویر کشی ہے/امیر جماعت اسلامی ہند

نئی دہلی۔ ''مسلمانوں کی یہ کوشش ہونی چاہیے کہ وہ میڈیا کو اسلام کی صاف اور سیدھی تعلیمات اور مسلمانوں کے حقیقی مسائل سے آگاہ کریں تاکہ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں خود میڈیا کا بھی ذہن صاف ہو اور اس سلسلے میں پائی جانے والی غلط فہمیاں بھی دور ہوسکیں۔ انہیں جذباتیت، خود غرضی اور نام ونمود کی خواہش کو چھوڑ کر مخلصانہ انداز میں پوری لگن اور محنت کے ساتھ اس کو ایک مشن کے طور پر لے کر آگے آنا چاہیے۔'' ان خیالات کا اظہار جماعت اسلامی ہند کے امیر مولانا سید جلال الدین عمری نے سہ روزہ دعوت کی ویب سائٹ www.dawatonline.com کا افتتاح کرتے ہوئے کیا۔ آپ نے فرمایا کہ 'دعوت' فکر اسلامی کا ترجمان ہے اور وہ جملہ انسانی مسائل کو اسلامی نقطۂ نظر سے جانچنے پرکھنے اور اس کا حل پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس میں اور دوسرے اخبارات میں یہی بنیادی فرق ہے اور اس نے اپنی یہ انفرادیت آج تک برقرار رکھی ہے۔ اس نے مارکیٹ کے تقاضوں کو ملحوظ ضرور رکھا ہے لیکن اپنے اصول وموقف کو کبھی قربان نہیں ہونے دیا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ مخالفین کے نقطۂ نظر کو بھی اور ان کے دلائل کو بھی پیش کرتا ہے۔

مولانا عمری نے کہا کہ میڈیا کا کام ذہن سازی ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ وہ واقعات کو جوں کا توں بیان نہ کرے بلکہ اس کو پیش کرتے ہوئے اسے اخلاقی پہلو کو بھی سامنے رکھنا چاہیے تاکہ ایک صحت مند فکر فروغ پاسکے اور رقاری مثبت تاثر لے، لیکن آج کی تصویر بڑی تشویشناک ہے۔ آج میڈیا اخلاقی قدروں کی پامالی پر کوئی آواز نہیں اٹھا رہا ہے، اسی طرح وہ مسلمانوں کے حق میں آواز اٹھانے سے بھی گریز کررہا ہے۔ خواہ وہ حق پر ہی کیوں نہ ہوں۔ ان کے معاملات وہ تعصب کی عینک چڑھا کر دیکھتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ اسلام کی خوبیوں اور مسلمانوں کے حقیقی مسائل سے اسے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اس کے برعکس وہ ایسی چیزوں میں دلچسپی لیتا ہے جس سے اسلام اور مسلمانوں کی تصویر خراب ہوتی ہے۔ امیر جماعت نے مزید کہا کہ جب کسی قوم پر زوال آتا ہے تو وہ مجموعی طور پر زوال پذیر ہوجاتی ہے۔ لہٰذا آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ دوسرے شعبوں کی طرح میڈیا میں بھی پیچھے ہیں۔ ان کا کوئی خاص عمل دخل نہیں ہے۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ میڈیا سے گہرا تعلق پیدا کیا جائے اور میڈیا پر توجہ دی جائے اور اس پر سنجیدگی سے غور کیا جائے کہ میڈیا میں اسلام اور مسلمانوں کی صحیح تصویر آئے۔ امیر جماعت نے اپنی تقریر میں سہ روزہ دعوت کی خصوصی شمارے'' جماعت اسلامی ہند کے ۶۰ سال۔ اکابر جماعت کی نظر میں'' کا اجراء کرتے ہوئے کہا کہ مسلم جماعتوں اور تنظیموں میں جماعت اسلامی ہی سب سے زیادہ سنجیدہ جماعت نظر آتی ہے مگر باہر کی دنیا اس سے بہت کم واقف ہے۔ بیشتر جماعتوں کو نام ونمود اور شہرت سے دلچسپی ہے نیز ان کا دائرہ کار بھی محدود ہے۔ انھوں نے اس پر زور دیا کہ مسلمانوں کی تعمیر وترقی کیلئے ٹھوس منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے ڈاکومنٹیشن پر توجہ کرنی چاہیے تاکہ یہ پتہ چل سکے کہ مسلمان کہاں تھے اور کیسے آگے بڑھنا چاہئے۔ انھوں نے کہا کہ انفارمیشن ٹکنالوجی اور میڈیکل سائنس میں مسلمان بہت پیچھے ہے۔ اسلام دشمن طاقتیں اس میدان میں غالب ہیں جس کی وجہ سے مسلمانوں کو بدنام کیا جارہا ہے۔ انھوں نے مشورہ دیا کہ مسلمانوں کو سستی اور وقتی شہرت اور وقتی مفادات سے اوپر اٹھ کر ٹھوس بنیادوں پر کام کرنا چاہئے۔ انھوں نے جماعت کی تعمیری سوچ اور دعوت کے مثبت اور حقیقت پسندانہ اپروچ کو سراہا اور سماجی وتعلیمی مسائل پر مزید توجہ دینے پر زور دیا۔

تقریب کی ابتدا میں سہ روزہ دعوت کے مدیر اعلیٰ جناب پرواز رحمانی نے سہ روزہ دعوت کی تاریخ اور اس کی اشاعت کی غرض وغایت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ یہ صرف جماعت اسلامی کا ترجمان نہیں ہے بلکہ اس نے ہمیشہ ملت اسلامیہ ہند کے مسائل اور معاملات کو پوری ایمانداری کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ دعوت نے اردو قارئین کا ذہن بنانے اور مسائل کا سنجیدگی سے جائزہ لینے پر ابھارا ہے اور اس پہلو سے اس نے رجحان سازی کا کام کیا ہے۔ اس کا ہر کوئی معترف ہے۔ آپ نے کہا کہ ۱۹۴۸ء سے جب یہ الانصاف کے نام سے شائع ہوتا تھا مسلم ملت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔ آپ نے اس کی تاریخ بیان کرتے ہوئے کہا کہ ۱۹۴۸ء میں جماعت اسلامی ہند کی تشکیل جدید کے ساتھ ہی اس کی تاریخ بھی شروع ہوتی ہے۔ ابتداء میں ''الانصاف'' کی صورت میں اس کی حیثیت جماعت کے خبرنامے کی تھی مگر آہستہ آہستہ اس کا دائرہ وسعت اختیار کرتا چلا گیا یہاں تک کہ ایک دن یہ روزنامہ بھی ہوا۔ جو بدقسمتی سے چند برسوں کے بعد بند ہوگیا مگر سہ روزہ کی شکل میں یہ مسلسل شائع ہوتا رہا۔ درمیان میں چند برسوں تک اس کا ہفت روزہ ایڈیشن بھی شائع ہوا۔

پروگرام کی نظامت جناب رفیق احمد سکریٹری شعبہ دعوت ٹرسٹ نے انجام دی۔ ان ہی کے کلمات تشکر پر یہ مجلس اختتام پذیر ہوئی۔ اس میں بڑی تعداد میں مقامی لوگوں نے شرکت کی۔ میڈیا کے لوگ بھی قابل ذکر تعداد میں موجود تھے۔ اس موقع پر سکریٹری دعوت ٹرسٹ جناب رفیق احمد کی طرف سے ایک پریس نوٹ بھی تقسیم کیا گیا جو سہ روزہ دعوت کی تاریخ اور الٰہ آباد سے رامپور اور دہلی تک اور حکیم محمد خالد صاحب الٰہ آبادی سے لے کر اصغر علی عابدی، جناب محمد مسلمؒ اور مولانا سلمان ندوی وغیرہ جیسے ایثار پیشہ اور مخلص ایڈیٹروں کی خدمات کے تذکرے پر مشتمل ہے۔ ساتھ ہی اس میں اس کی پالیسی، نظریہ اور اپروچ کی بھی وضاحت کی گئی ہے۔ ●●

امریکہ کا مطالبہ

پراگ۔ امریکی صدر بارک اوباما نے ترکی کو یورپی یونین کا رکن بنانے کا مطالبہ کیا ہے جسے فرانس کے صدر نکولس سرکوزی نے فوری طور پر مسترد کردیا ہے۔ چیک جمہوریہ کے شہر پراگ میں ہونے والے امریکہ، یورپی یونین کے اجلاس میں امریکی صدر اوباما نے یوروپی ممالک کو مشورہ دیا ہے کہ انہیں رکن ملکوں میں اضافہ کا عمل جاری رکھنا چاہئے اور ترکی کو اپنے رکن کے طور پر قبول کرلینا چاہئے۔ جبکہ فرانس نے ترکی کو یورپی یونین کا رکن بنانے کا مطالبہ مسترد کردیا ہے۔ فرانسیسی صدر سرکوزی کا کہنا ہے کہ ترکی کو رکنیت دینے کا فیصلہ یوروپی یونین کو کرنا ہے امریکہ کو نہیں۔ ترکی ایک اہم اور بڑا اسلامی ملک ہے۔ اس کا ہم احترام کرتے ہیں، لیکن اس کی یورپی یونین میں رکنیت کی مخالفت کریں گے۔

فکر معاصر

داڑھی، برقع اور طالبان

سپریم کورٹ نے داڑھی رکھنے کے تعلق سے ایک مسلمان طالب علم کی درخواست یہ کہتے ہوئے مسترد کردی ہے کہ داڑھی رکھنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ عدالت عظمیٰ (سپریم کورٹ) کے جسٹس مارکنڈے کاٹجو اور جسٹس رویندرن پر مشتمل بنچ کے جسٹس کاٹجو نے کہا کہ "ہم ملک میں طالبان نہیں چاہتے" اور کہا کہ سیکولر ازم کو اس کی حدوں سے تجاوز کرنے نہیں دیا جاسکتا اور ہندوستان "میں طالبانی طرز عمل" رائج کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ عدالت عظمیٰ اور اس کے فیصلوں کا احترام ملک کے ہر شہری پر لازم ہے اور اس فیصلے کے بارے میں کسی قسم کی رائے زنی سے گریز کرتے ہوئے صرف اس قدر کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح عدالتی فیصلے ملک کے تمام شہریوں کے لئے قابل احترام ہوتے ہیں اسی طرح ان فیصلوں کے خلاف اپیل کرنے کا بھی ہر شہری کو حق حاصل ہے اس لئے اس فیصلے پر عدالت عظمیٰ کی ایک وسیع بنچ سے نظر ثانی کی اپیل کرنا ملک کے مسلمان قانون دانوں، اداروں، تنظیموں، سیاسی، سماجی و مذہبی قائدین کا اولین فرض ہے۔ سپریم کورٹ کے فیصلے کا مکمل احترام کرتے ہوئے دستوری حق سے محروم کئے جانے کا معاملہ ایسا نہیں ہے جس کو امت مسلمہ نظر انداز کردے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کو اس معاملے میں پہل کرکے باہمی مشورے سے فوری ضروری کارروائی کرنی چاہئے۔ کیونکہ یہ وقت کا تقاضا ہے اور ملک کے مسلمان دانشور، قائدین، علماء اور ماہرین دستور قانون کے علاوہ حقیقی سیکولر ذہن رکھنے والے غیر مسلموں کو بھی اس معاملے میں وقت ضائع کئے بغیر ضروری اقدامات کرنے چاہئیں۔ اس سلسلے میں کئی باتیں اہم ہیں۔ دستور میں ترمیم یا ترامیم کرکے اس امر کی واضح اور واشگاف انداز میں وضاحت ہونی چاہئے کہ مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے "پرسنل لا" میں انتظامیہ اور عدلیہ کس حد تک مداخلت کرسکتی ہے؟ نہ صرف سپریم کورٹ بلکہ مختلف ریاستوں کے ہائی کورٹس نے بھی مختلف مراحل پر بعض ایسے فیصلے دیئے ہیں جن سے مسلم پرسنل لا میں مداخلت ہوتی ہے۔ بعض صورتوں میں عدالت عظمیٰ اور ریاستوں کی عدالت العالیہ کو اپنے فیصلے بدلنے پڑے ہیں۔ اس انتشار اور گڑبڑ کی اصل وجہ یہ ہے کہ دستور کی بعض دفعات مختلف مذاہب کے پرسنل لا کو تحفظ فراہم کرتی ہیں تو دوسری جانب ایسی بھی کچھ دفعات ہیں جو پرسنل لا کی جگہ "کامن سیول کوڈ" کو رائج کرنے کی وکالت کرتی ہیں۔ دستور ہند کی یہ متضاد دفعات ساری گڑبڑ کا سبب ہیں۔ "شاہ بانو" کا مشہور زمانہ کیس بھی اسی تضاد کا نتیجہ تھا جس کی وجہ سے راجیو گاندھی کی حکومت کو جو اقدامات کرنے پڑے تھے انہیں مسلمانوں کو خوش کرنے والے اقدامات کہا گیا اور بعد میں انتہا پسند ہندو عناصر کی خوشنودی اور ہندو "ووٹ بینک" کو مضبوط کرنے کے لئے راجیو گاندھی کو بابری مسجد (جو اس وقت شہید نہیں کی گئی تھی اور اس میں تالے پڑے تھے) کے تالے کھلوا کر وہاں باضابطہ پوجا پاٹ کی اجازت دی گئی تھی۔ شاہ بانو کیس سے مسلمانوں کو فائدے کے ساتھ نقصان بھی بہت ہوا تھا۔ آئندہ بھی ایسی صورت پیش آسکتی ہے۔ اس لئے اب جو پارلیمان منتخب ہوگی اس سے یہ کام ہم کو ضرور کرلینا ہوگا بلکہ مسلمانوں کے جو "پریشر گروپ" ہیں ان کو تمام امیدواروں پر یہ واضح کردینا چاہئے کہ دستور میں ترمیم کے ذریعہ مسلمانوں کو ان کے دینی فرائض اور شعار سے کسی صورت میں نہ روکے جانے اور ان کے تحفظ کا مسئلہ بہت اہم ہے۔

(منصف، حیدرآباد)

اسلام وحدت انسانی کا درس دیتا ہے

ایم شیزی

تاریخ کے اوراق پر نظر ڈالیں تو صاف طور پر محسوس ہوتا ہے کہ مجموعی طور پر امت مسلمہ پر ذلت، مسکنت، انتشار، بے بسی، غلامی اور ہزیمت مسلط ہے۔ ڈیڑھ ارب سے زیادہ تعداد، ساٹھ ممالک کے حاکم، قدرتی وسائل سے مالا مال تقریباً ساٹھ ممالک کے حاکم، بیشتر غیر مسلم ممالک میں اچھی خاصی تعداد میں پائے جانے والے اسلام کے نام لیواؤں کی وقعت، عزت و منزلت اقوام عالم کی نظروں میں کیڑوں مکوڑوں سے بھی بدتر ہوگئی ہے۔ علمی، سیاسی، عسکری، معاشی، تہذیبی، ثقافتی، سائنس و ٹیکنالوجی غرضیکہ کسی بھی شعبہ حیات میں امت مسلمہ کی خدمات ناقابل ذکر ہیں اس کے باوجود زندگی کے ہر میدان میں پسماندگی کی تاریخ رقم کرتی یہ امت اپنی حالت زار پر مطمئن اور شاداں ہی نہیں ہے بلکہ دشمنوں کی سازشوں سے بے خبر آپس میں ہی شدت سے دست و گریباں ہے۔ اتحاد، انتشار میں، اخوت، عداوت میں، رحم دلی، شقاوت قلبی میں، جفاکشی، آرام طلبی میں، حاکمیت محکومیت میں، عزت و منزلت پستی و ذلت میں بدل کر اُمت مسلمہ دور جہالت کا نمونہ بن چکی ہے۔

تاریخ کے اس جہالت و تاریکی والے دور میں نسلی، طبقاتی، قومی امتیازات اور کشمکش انسانیت کا طرۂ امتیاز تھے۔ ظالم و جابر سرداروں اور حاکموں نے خود غرضی اور ذاتی مفادات کی خاطر کمزور اور بے بس عوام کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا۔ جب حق و انصاف بے معنی تھے، جب کمزور و تہی دست تمام شخصی و اجتماعی حقوق سے محروم تھے۔ جب انسانی جان، عزت و آبرو اور آزادی کی کوئی قیمت نہیں تھی، انصاف و مساوات کے تصور سے ذہن خالی تھے۔ اس وقت پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ نے انتہائی دلیری اور بے جگری کے ساتھ ایسے کلمہ حق کا اعلان کیا جس نے جابر و ظالم حکمرانوں اور سرداروں، جھوٹے معبودوں اور باطل خداؤں کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کردیا۔ اسی کلمہ حق کی بدولت انسان کو انسانیت کی معراج حاصل ہوئی۔ کمزور اور بے بس عوام طاغوتوں اور جھوٹے خداؤں خونی، پنجوں سے آزاد ہوئے۔ حق و انصاف کا بول بالا ہوا۔ رنگ و نسل حسب و نسب، لسان و قوم کی عصبیتیں مٹ گئیں۔ عدل و انصاف و مساوات انسانی کا قیام عمل میں آیا۔ انسانی حقوق اور آزادی بحال ہوگئی، شرف، عزت اور بزرگی کا معیار صرف اور صرف تقویٰ قرار پایا۔

یہی وہ کلمہ تھا جس نے جنگ و جدل کے شیدائی اور آپس میں کشت و خون کے دلدادہ عربوں کو آپسی اخوت و محبت کی مضبوط ڈور میں باندھ دیا۔ ڈاکو رہزن محافظ و پاسبان بن گئے۔ خائن امین بن گئے۔ تمام انسان برابری اور کامل مساوات کے حقدار قرار پائے۔ اس کلمہ کے زیر سایہ ہر شخص کو حقیقی آزادی نصیب ہوگئی۔ یہاں تک کہ معاشرے کے وہ کمزور اور بے بس طبقات جو حکام و سرداران کے سامنے اپنی خواہش اور ارادے کو ظاہر کرنے پر قادر نہیں تھے اسلام کے زیر سایہ طاقتور اور اشرف ہوگئے۔ غرضیکہ اس عظیم انقلابی کلمہ نے لوگوں کی زندگی میں انقلاب برپا کردیا۔ شرف و منزلت کا امتیاز جو کل تک حسب و نسب رنگ و نسل، قوت و قومیت پر مبنی تھا وہ صرف اور صرف تقویٰ قرار دیا گیا۔ اسی کلمہ حق کی بدولت ایسا متحد، مضبوط اور پاکیزہ معاشرہ وجود میں آیا جس کی بنا پر ایک صدی سے بھی کم مدت میں آدھی سے زیادہ دنیا پر موحدین کا اقتدار قائم ہوگیا اور ہر جگہ بہت ہی گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا گیا مختلف اقوام و ممالک نے اس کلمہ حق کے افکار و عقائد پر خوشی کے ساتھ سر تسلیم خم کردیا۔

اسلام کے افکار و عقائد کی بنیاد جس طرح توحید پر رکھی گئی ہے اسی طرح اسلامی معاشرے کی بنیاد میں بھی وحدت کو ملحوظ رکھا گیا ہے تاکہ تمام مسلمان محبت، اخوت و الفت کے اٹوٹ رشتے میں منسلک ہوجائیں۔ اسلام کو ایک ایسا معاشرہ مطلوب ہے جو عالمگیر ہو۔ اس لئے اس نے افتراق و امتیاز کے تمام سلسلوں کو جڑ سے ختم کردیا ہے۔ حسب و نسب، زبان و نسل آداب و رسومات جیسی تمام عصبیات جو بین الانسانی اتحاد و اتفاق کی راہ میں رکاوٹ بن سکتی تھیں اسلام نے ان کا دروازہ مضبوطی کے ساتھ بند کردیا۔ اسلام کی نظر میں یہ چیزیں علیحدگی و انتشار کی بنیاد اور معاشرے کی وحدت کے لئے انتہائی مضر ہیں۔ اسلام کی نظر میں سب کی اصل مٹی ہے۔ مرد، عورت کالا، گورا، فقیر، امیر، متمدن وحشی، حاکم محکوم سب ہی انسانیت کے اصل امتیازات میں باہم شریک ہیں ان کے درمیان پیدائشی وحدت موجود ہے اور سب کی بازگشت ایک ہی اصل کی طرف ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اس اللہ سے ڈرو جس نے تم سب کو ایک آدم سے پیدا کیا۔" (النساء:۱)

اسلام کے افکار وعقائد کی بنیاد جس طرح توحید پر رکھی گئی ہے اسی طرح اسلامی معاشرے کی بنیاد میں بھی وحدت کو ملحوظ رکھا گیا ہے تاکہ تمام مسلمان محبت، اخوت و الفت کے اٹوٹ رشتے میں منسلک ہوجائیں۔

اسلام کو ایک ایسا معاشرہ مطلوب ہے جو عالمگیر ہو۔ اس لئے اس نے افتراق و امتیاز کے تمام سلسلوں کو جڑ سے ختم کردیا ہے۔ حسب و نسب، زبان و نسل آداب و رسومات جیسی تمام عصبیات جو بین الانسانی اتحاد و اتفاق کی راہ میں رکاوٹ بن سکتی تھیں اسلام نے ان کا دروازہ مضبوطی کے ساتھ بند کردیا۔

اسی طرح اسلام نے قومیت (Nationalism) کو کالعدم قرار دیتے ہوئے ہر قسم کی برتری نسل پرستی، رنگ و زبان پر فخر و مباہات اور اسی قسم کے دوسرے امتیازات کو جہالت سے تعبیر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے رنگ و زبان کے اختلاف کو اپنی قدرت کی نشانی قرار دیا اور لوگوں کو غور و فکر کرنے کی ترغیب دی کہ ذرا سوچو اور غور کرو کہ اللہ نے تمام انسانوں کو ایک اصل سے پیدا کرکے ان کے چہروں کی بناوٹ، رنگوں اور زبانوں میں کس قدر اختلاف رکھا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اللہ کی نشانیوں میں آسمان و زمین کی خلقت، تمہارے رنگ و زبان کا اختلاف ہے۔ عقلمندوں کے لئے ان میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔" (الروم:۲۲)

اسلام نے اسی کلمہ توحید کے ذریعہ تمام افراد کو متحد کیا اور تمام اختلاف و افتراق کی جڑیں کاٹ دیں۔ وحدت کی بنیاد کو مضبوط بنانے کے لئے ایمانی معاشرے کے افراد کو بھائی بھائی قرار دیا۔ یقیناً ہر شخص کے نزدیک اس کی محبوب ترین چیز اس کا عقیدہ ہوتا ہے۔ مسلمانوں کا عقیدہ کلمہ توحید میں مضمر ہے۔ مسلمانوں کا ایک عقیدے کی بنیاد پر اتحاد اور روحانی وحدت حقیقت میں برادری کے اتحاد سے بھی زیادہ بلند اور مضبوط ہے۔ اسلام ایمانی رشتے کو خونی رشتہ پر فوقیت دیتا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ "مومنین آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں لہٰذا اپنے بھائیوں میں صلح رکھو اور اللہ کی نافرمانی سے بچو، تاکہ اللہ تم پر رحم فرمائے۔" (الحجرات:۱۰)

رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: "تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں۔ بدن کے کسی حصے میں درد ہوتا ہے تو تمام اعضاء درد محسوس کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی مسلمان رنج و غم میں مبتلا ہوجائے تو معاشرے کے تمام افراد پر لازم ہے کہ اس کی مدد کریں اور اس کے غم میں شریک ہوجائیں۔"

اسلام تمام تر انسانی قدر و قیمت کا قائل ہے۔ اس کا اصل مقصد انسان کے فطری حقوق کی حفاظت اور انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام گوشوں میں کامل مساوات و انصاف کو برقرار رکھنا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اسلام ہی کے زیر سایہ بین الانسانی مساوات و انصاف کا خواب شرمندہ تعبیر ہوسکا۔ مسلمانوں کے زوال پذیر ہونے کے باوجود آج بھی ہر سال حج کے مبارک موقع پر مختلف رنگ و نسل، زبان و قوم، ذات و فرقہ کے افراد ایک عقیدہ کے حامل، ایک ہی قانون کی پیروی کرتے، ایک لباس، ایک زبان ایک کلمہ کی صدائیں بلند کرتے قدم بہ قدم، پہلو بہ پہلو اپنے رب واحد کے گھر کا طواف فرط عقیدت اور جذبۂ ایمانی سے سرشار ہو کر کرتے نظر آتے ہیں۔ اسی مبارک موقع پر دوران نماز سیاہ و سفید، نسل و زبان، فرقہ، ذات و قوم کے تمام امتیازات کے بغیر ایک ہی صف میں شانہ بہ شانہ کھڑے ہوئے اپنے رب کی بارگاہ میں ایک ہی جذبے کے ساتھ سربسجود نظر آتے ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ ہر زمانے میں کچھ بے بنیاد قسم کے عقائد و افکار نے ملتوں کا شیرازہ بکھیر کر انسانوں کے مختلف گروہوں کے درمیان جنگ کی آگ بھڑکائی اس قسم کی چیزوں میں بڑا دخل حسبی و نسلی بتری، قومی و ملی، مذہب و فرقہ اور رنگ و زبان پر مبنی امتیازات کا رہا ہے۔ اسلام کی بعثت کا ایک مقصد انسانوں کے درمیان فرق و امتیاز کرنے والی تمام عصبیتوں کا خاتمہ کرنا بھی تھا اور اسلام نے ایسا کیا بھی۔ اگر اسلام نے قومیت، و نسلی عنصر کا اعتبار کیا ہوتا تو کسی بھی قیمت پر انتہائی قلیل مدت میں آدھی سے زیادہ دنیا کے لوگوں کو اپنا پیروکار نہیں بنا سکتا تھا۔ لیکن افسوس آج بعض مسلم ممالک میں نسلی، قومی و ملی تعصب پیدا ہوگیا ہے اور برصغیر میں اس سے بڑھ کر حسب و نسب، ذات و پیشہ کو شرف و فضیلت کا معیار قرار دے دیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ اس دور جہالت کی عصبیت کو کچھ ناعاقبت اندیش علماء کی تائید و سند بھی حاصل ہے۔ جو روح اسلام کے قطعی منافی ہے بلکہ قرآن و سنت اور اسوۂ صحابہؓ کی ضد ہے۔ ملک کے اندر ووٹ کی سیاست کے لئے جہاں فسطائی طاقتیں فرقہ پرستی کو آلۂ کار بنا کر ملک و قوم کا استحصال کررہی ہیں خود مسلمانوں میں ذات پات کی بنیاد پر اختلافات اور باہمی نفرت و عناد کو فروغ دیا جارہا ہے۔

اسلام کسی بھی شخص کی برتری کا معیار محض تقویٰ کو قرار دیتا ہے اس کے علاوہ دوسرا کوئی معیار فضیلت کے اعتبار سے درست نہیں ہے۔ ارشاد ربانی ہے: "تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی (اللہ سے ڈرنے والا) ہو۔" محسن انسانیت حضرت محمدؐ نے علی الاعلان فرمادیا: "عرب کو عجم پر، عجم کو عرب پر گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ تم میں افضل وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔"

مکہ فتح کرنے کے بعد رسول خداؐ نے متکبر، خود پسند، حسب و نسب، زبان و نسل کو معیار فضیلت سمجھنے والے عربوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اے لوگو! تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے اسلام کی بدولت تمہارے جاہلیت کے آثار فخر و تکبر و نخوت کو ختم کیا۔ یاد رکھو اللہ کی بارگاہ میں تمام لوگ دو ہی گروہوں کے لوگ ہیں۔ ایک گروہ تو وہ ہے جو تقویٰ الٰہی کی بنا پر بارگاہ ایزدی میں بزرگ و افضل ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو گنہگار ہونے کے سبب ذلیل ہے۔"

رسول اللہؐ نے ساڑھے چودہ سو برس پہلے کی تاریک دنیا میں عملی طور سے اس نابرابری کا خاتمہ کیا حتیٰ کہ مکہ کے سردار قریش خاندان کی لخت جگر اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب کا نکاح اپنے غلام زید بن حارثہؓ سے کیا۔ خود رسول اللہ اکرمؐ نے اسیران جنگ میں سے جن کی حیثیت غلام کی طرح ہوتی تھی، حضرت صفیہؓ کو آزاد کرکے ان سے نکاح کیا۔ ایک آزاد کردہ غلام حضرت بلالؓ کے نکاح میں معروف قریشی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی بہن ہالہ بن عوفؓ تھیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور خلافت میں اپنے بیٹے کی شادی محض دینداری کی وجہ سے ایک جھونپڑی میں رہنے والی غریب لڑکی سے کی تھی جس کے خاندان میں رشتہ کرنا اہل عرب عار سمجھتے تھے۔ اور جو دودھ بیچ کر گزارا کرتا تھا۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ کے بیٹے تھے ان کی سالاری میں حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، وغیرہ جید اور معروف صحابہؓ موجود تھے لیکن ان کی قیادت اور امارت کو چیلنج نہیں کیا گیا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ جیسے جید صحابہؓ اور حضرت بلال حبشی کو یا سیدی، یا سیدی (اے سردار اے سردار) کہہ کر عزت و احترام کے ساتھ مخاطب کیا کرتے تھے۔ ایک جگہ تین صحابہ جو مختلف قوموں سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت سلمان فارسیؓ تھے۔ حضرت صہیبؓ کا تعلق روم سے تھا اور حضرت بلال جو حبش قوم سے متعلق تھے بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی دوران وہاں قیس نامی ایک شخص آیا اس نے ان تینوں کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے کہا "اوس اور خزرج تو خیر عرب تھے جنہوں نے اپنی خدمات اور وفاداری کے ذریعہ اللہ کے رسولؐ کی مدد کی۔ مگر یہ تینوں کہاں سے آٹپکے؟ کس نے ان کو رسولؐ کی مدد کے لئے بلایا تھا؟" رسول اکرمؐ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ بہت ناراض ہوئے اور لوگوں کو مسجد میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ آپؐ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "اللہ ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے، تمہارا دین ایک ہے، جس عربیت پر تم فخر کررہے ہو نہ وہ تمہاری ماں کی طرف سے آتی ہے اور نہ باپ کی طرف سے، عربیت تو صرف تمہاری زبان ہے۔"

رسول اللہؐ دور جہالت کے فرق و امتیاز کے تمام امتیازات کا سر کچلنے اور مساوات انسانی کا قانون عملاً نافذ کرنے کے لئے ہر وقت کوشاں رہتے تھے۔ ایک کالا شخص پیغمبر کے پاس آیا۔ حضرت ابوذرؓ اس کو دیکھتے ہی کہنے لگے "اے فرزند سیاہ!" اتنا سننا تھا کہ رسول اللہ کو غصہ آگیا اور حضرت ابوذرؓ سے فرمایا: "کیا اس کی ماں کے کالے پن پر طنز کررہے ہو؟" رسول اقدسؐ کو اس حالت میں دیکھ کر حضرت ابوذرؓ کے ہوش و حواس گم ہوگئے اور پشیماں ہو کر اپنے چہرے کو زمین پر رگڑنے لگے۔ تب رسولؐ نے ان کی اس لغزش کو معاف کیا۔

اللہ کے رسول کا عمل مبارک دیکھیں تو صاف نظر آئے گا کہ آپؐ نے لوگوں کے سامنے اللہ کا دین پیش کیا، آخرت کا یقین دلایا اور ایک اللہ کی بندگی کی دعوت دی جو اس دعوت حق کو مان لیتا وہ اسلامی معاشرے کا رکن بن جاتا خواہ اس کا حسب و نسب، رنگ و نسل، قومیت اور اس کی زبان کچھ بھی ہوتی ان میں جو جتنا زیادہ متقی ہوتا مسلم معاشرہ میں اتنا ہی زیادہ افضل اور معزز ترین ہوتا۔ اور جو اس دعوت کو تسلیم نہیں کرتا خواہ وہ قریشی، یا ہاشمی ہوتا یا عرب کا کوئی معزز ترین قبائل کا سردار یا فرد وہ اسلام کی نظر میں ذلیل اور حقیر قرار پاتے۔ جس طرح اس دعوت کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی جس کی طرف آپ نے کبھی کسی کو بلایا ہو۔ اسی طرح ایمانی رشتہ کے سوا اور کوئی رشتہ نہیں تھا جس کے ذریعہ امت مسلمہ میں شامل ہونے کی کوئی گنجائش ہو۔ آپؐ نے بین الاقوامی و انتشار پیدا کرنے والے ہر عمل کے خلاف سخت ترین الفاظ استعمال فرمائے۔ آپ کا ارشاد ہے: "اور جس نے جاہلیت کی پکار پر لوگوں کو بلایا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اگرچہ وہ روزے رکھتا، نمازیں پڑھتا اور خود کو مسلمان سمجھتا ہو۔" (احمد و ترمذی)

اس لئے ہر وہ پکار جاہلیت کی پکار ہوگی جسے قرآن و سنت اور اللہ کے دین میں جواز کی سند حاصل نہ ہو اس کے علاوہ کسی اور شئے یا رشتہ کو وجہ جواز بنا کر متحدہ ہونے کی دعوت دی جائے گی تو یہ صرف اور صرف جاہلیت کی دعوت ہوگی۔ خواہ وہ خون کے، برادری کے وطن یا قوم کے، رنگ یا زبان کے غرضیکہ کسی بھی رشتہ کے نام پر کیوں نہ ہو۔ اسی حقیقت کو اور زیادہ واضح کرنے کے لئے ایک اور موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا "نہیں ہے وہ ہم میں سے جس نے لوگوں کو کسی عصبیت کی طرف بلایا۔" (ابوداؤد)

کسی "عصبیت" طرف بلایا یعنی اسلام کے علاوہ مسلمانوں کو حسبی یا نسبی، نسلی یا وطنی، برادری یا لسانی عصبیات میں سے کسی عصبیت پر متحدہ کرنے کی کوشش کی جن پر کافر، مشرک اور مادیت پرست اقوام جمع ہوا کرتی ہیں۔ وہ دور جہالت کی پکار کہی جائے گی۔ جاہلیت اسلام کی ضد ہے۔ اسلام اور جاہلیت ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں۔ جاہلیت اور عصبیت کی طرف بلانے والا امت مسلمہ کے لئے ناسور کے مانند مہلک اور جہنم کا ایندھن ہے اور وہ شخص بھی جو اس پکار پر لبیک کہے اور اس کی حمایت اور تعاون کے لئے سرگرم ہو۔ رسول اکرمؐ نے کسی بھی جاہلی عصبیت کے مبلغ اور داعی کے انجام سے باخبر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اور نہیں ہے وہ ہم میں سے جس نے کسی عصبیت کے تحت جنگ کی اور نہیں ہے وہ ہم میں سے جس نے کسی عصبیت کی خاطر جان دی۔"

حضور اکرمؐ کے یہ ارشاد مبارک تمام جاہلی عصبیت کے خاردار شجر خبیث کی جڑ کاٹنے کے لئے کافی ہیں جس میں الجھ کر امت مسلمہ اپنے وجود کو چھلنی کرکے لہولہان ہورہی ہے: ☆ تم سب آدمؑ کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ لوگ اپنے آباء و اجداد پر فخر کرنا چھوڑ دیں ورنہ وہ اللہ کی نگاہ میں حقیر کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہوجائیں گے۔" ☆ اللہ نے جاہلیت کے غرور اور آباء و اجداد پر فخر کو مٹا دیا ہے اب کوئی شخص یا تو پاکباز مومن ہوگا یا پھر بدبخت گنہگار۔" (مشکوٰۃ) ☆ حسب و نسب پر فخر کرنا دور جہالت کی باتوں میں سے ہے۔" (مسلم) ☆ آپؐ سے جاہلی عصبیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو ارشاد فرمایا "اسے چھوڑ دو کیونکہ وہ بدبو ہے۔" (مسلم)

تاریخ شاہد ہے کہ ہر زمانے میں کچھ بے بنیاد قسم کے عقائد و افکار نے ملتوں کا شیرازہ بکھیر کر انسانوں کے مختلف گروہوں کے درمیان جنگ کی آگ بھڑکائی اس قسم کی چیزوں میں بڑا دخل حسبی و نسلی بتری، قومی و ملی، مذہب و فرقہ اور رنگ و زبان پر مبنی امتیازات کا رہا ہے۔ اسلام کی بعثت کا ایک مقصد انسانوں کے درمیان فرق و امتیاز کرنے والی تمام عصبیتوں کا خاتمہ کرنا بھی تھا اور اسلام نے ایسا کیا بھی۔ اگر اسلام نے قومیت، و نسلی عنصر کا اعتبار کیا ہوتا تو کسی بھی قیمت پر انتہائی قلیل مدت میں آدھی سے زیادہ دنیا کے لوگوں کو اپنا پیروکار نہیں بنا سکتا تھا۔

جاہلی عصبیت کے تعلق سے اللہ اور اس کے رسولؐ کی ان قطعی اور واضح ہدایات و تعلیمات اور اسوۂ صحابہؓ کی روشنی میں ہم بہت آسانی کے ساتھ اپنا محاسبہ کرسکتے ہیں۔ ہمارے ملک میں حسب و نسب اور پیشے کی بنیاد پر باقاعدہ الگ الگ ذاتیں اور برادریاں قرار دی جاتی ہیں۔ فضیلت اور بزرگی کو برادری اور پیشے سے منسلک کردیا گیا ہے۔ دین میں جو چیز صرف شناخت اور تعارف کے لئے تھی اسے عزت اور ذلت کا پیمانہ بنادیا گیا ہے جن چیزوں پر فخر و غرور کو اللہ اور اس کے رسولؐ نے دور جاہلیت سے تعبیر فرما کر حرام قرار دیا تھا انہی عصبیتوں کو آج شرافت اور ذلت کا معیار اور باہم مسلمانوں کے درمیان افتراق و انتشار کا ذریعہ بنادیا گیا ہے۔ مسلمانوں میں یہ وبائی مرض ہندوؤں کے میل جول سے پیدا ہوا جن میں آج بھی ورن ویوستھا پر عمل کیا جاتا ہے اور سماج و سیاست میں اس کو استعمال کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے اختیار کردہ اس ہندوانہ عمل نے اسلامی وحدت کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا ہے۔ بلکہ مسلم معاشرے میں فساد برپا کردیا ہے مسلمانوں کی شناخت امت مسلمہ کے طور پر نہیں مسلم برادری کے طور پر کی جارہی ہے۔ ہر برادری اپنا اپنا علم اٹھائے اپنی اپنی برادری کے لئے حکومت سے زیادہ مراعات اور حقوق حاصل کرنے کی غرض سے اپنی توانائیاں صرف کرنے میں مصروف عمل ہے۔ یہاں تک کہ ریزرویشن کا فائدہ حاصل کرنے کے لئے خود کو شودر بلکہ انتہائی شودر ثابت کرنے اور حکومت سے اس کو تسلیم کرانے کے لئے سرگرم عمل ہے جس میں برادریوں کو بھی فائدہ کم ہوتا ہے ان کا استحصال زیادہ ہوتا ہے اور مسلمانوں میں انتشار پیدا ہوتا ہے جب کہ ہندو طبقاتی نظام میں شودر کا مقام انتہائی ذلیل درجہ شمار ہوتا ہے اس کے چھونے سے ہی نہیں بلکہ ماضی میں تو اس کو دیکھنے تک سے ہندوؤں کی اعلیٰ طبقات کے لوگ ناپاک ہوجاتے تھے۔ یہ بدنصیب لوگ خود کو ان کی نظروں سے چھپانے کے لئے کہ کہیں ان پر اشراف کا عتاب نہ نازل ہوجائے رات کے اندھیرے میں جانوروں کی طرح اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے نکلتے تھے۔ افسوس برصغیر میں اس دین کے پیروکار بھی جو دنیا سے حسب و نسب، رنگ و نسل اور جاہلیت کے فرق و امتیازات کو مٹانے کے لئے آیا تھا تاریک کے فتنوں اور فساد کا شکار ہوگئے ہیں۔ جن کا مقصد حیات تاریکی کو دور کرنا تھا وہی آج اندھیرے میں ایک دوسرے سے دست و گریباں ہوگئے۔ جن کو مشعل راہ بننا تھا وہ بھی تاریکی پھیلانے لگے۔ جو لوگ دین حق کی بدولت اشرف الانسان بنے وہی آج مادی منفعت کے لئے رذالت (شودر ہی نہیں انتہائی شودر بننے) کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ جن کو شہادت علی الناس کا حق ادا کرنا تھا وہ عبرت الناس بنے ہوئے ہیں۔ جن کا مقصد زندگی دین کی اقامت تھا وہ اپنے فرض منصبی کو دین طاغوت کی اقامت سے ادا کرکے شاداں ہیں۔ اسلام جو در حقیقت سایہ رحمت ہے آج اپنے پیروکاروں کی بداعمالیوں کے سبب زحمت سمجھا جانے لگا ہے۔ اشاعت اسلام میں دشمنوں اور اغیار سے زیادہ خود اس کے پیروکار سد راہ ہیں۔ یہ وہ تلخ حقائق ہیں جن سے کوئی بھی صاحب فکر مسلمان انکار نہیں کرسکتا۔

بیشک امت مسلمہ کے یہ حالات مایوس کن اور حوصلہ شکن ہیں لیکن ناامیدی کی حد تک ہرگز نہیں پہنچے ہیں۔ بیماری ہوتی ہے تو اس کا علاج بھی یقیناً ہوتا ہے بس ضرورت ہوتی ہے، ایک ماہر معالج کی جو مرض کی صحیح تشخیص کرکے اس کا مناسب علاج کرسکے۔ یہ ہماری انتہائی خوش بختی ہے کہ ہمارے پاس ماہر و کامل طبیب کا وہ حیات بخش نسخہ موجود ہے جس میں مرض کی صد فیصد شفاء کا یقینی علاج موجود ہے۔ طبیب کامل رحمت انسانیت حضرت محمدؐ نے ارشاد فرمایا: جب تک تم قرآن اور سنت کو مضبوطی سے تھامے رہوگے کبھی گمراہ نہ ہوگے۔"

معالج اکمل رؤف الرحیم نے بیماری کی نشاندہی فرماتے ہوئے اس کا علاج اور طریقہ کار کی بھی وضاحت فرمادی۔ امت مسلمہ کی تمام بیماریوں کی جڑ قرآن اور سنت سے دوری ہے اور اس کا واحد علاج قرآن اور سنت پر پوری مضبوطی کے ساتھ عمل کرنا اور شہادت علی الناس کا فریضہ انجام دینا ہے۔ قرآن میں ارشاد ربانی ہے "اللہ کی رسّی کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو اور آپس میں ٹکڑے ٹکڑے نہ ہوجاؤ۔" (آل عمران)

دوسری جگہ ارشاد الٰہی ہے "اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (آل عمران) "اور رسول تمہیں جو دے اسے لے لو اور جس چیز سے تم کو روک دے اس سے رک جایا کرو۔ (الحشر:۷)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے کتاب ہدایت قرآن کریم کو مضبوطی سے پکڑنے یعنی اس کے تمام احکام پر خلوص قلب سے عمل کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا اور رسول اکرم کو تمام امت مسلمہ کو اسوۂ حسنہ بتاتے ہوئے آپ کی ہدایات کو اختیار کرنے اور ممنوعات سے اجتناب کرنے کا حکم دیا پس اس کے بعد مومن کی شان یہ ہونی چاہئے کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے ہر فیصلے کو دل کی پوری آمادگی کے ساتھ قبول کرے اور ان کے مقابلے میں اپنی پسند اور اختیار سے بالکل دستبردار ہوجائے اور اگر اس کیفیت سے محروم ہے تو قرآن کریم اسے گمراہی سے تعبیر کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کے لئے سزاوار نہیں کہ جب اللہ اور اس کے رسولؐ کسی معاملے کا فیصلہ فرمادیں تو انہیں اپنے معاملے کے سلسلے میں کوئی اختیار باقی

باقی صفحہ ۸ پر

مقصد بعثت رسولؐ اور ملت مسلمہ کی حالت

عرفان احمد قریشی
آکوٹ (مہاراشٹر)

اللہ جل شانہ کے بندوں کی اکثریت جب جب بھی ظلم وطغیان، کفر وشرک کی ضلالت، سرکشی وگمراہی میں مبتلا ہوئی، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس قوم کی اصلاح و تربیت، تزکیہ ونجات کے لئے نبی، رسول مبعوث فرمائے۔ تمام انبیاء اپنی اپنی ملتوں میں مثالی کردار" رول ماڈل" رہے ہیں۔ خالق کائنات کی اس میں یہی حکمت ودانائی کارفرما رہی ہے کہ میرے احکام کو اپنے وقت کے رسولؐ یا نبیؑ کے ذریعے عملاً انجام دیتے ہوئے اس رسولؐ کے پیروکار دیکھ لیں۔ نیز رسولؐ کے حکم وشریعت کے مطابق اپنی زندگیوں کو سنوار لیں۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تو بغیر رسولؐ وپیغمبر کے بھی صرف آسمانی کتب وصحیفے نازل فرمادیتا۔ قرآن مجید کہتا ہے: "اللہ کی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت بھی نجات کے لئے لازمی شرط ہے"۔ اگر فی زمانہ کوئی نام نہاد مسلم گروہ اپنے آپ کو صرف "اہل قرآن" بنالے اور رسولؐ کی سیرت وتعلیمات سے برأت اختیار کرلے تو ایسے گروہ کی نجات خود قرآن کے مطابق ممکن نہیں۔ رسول ﷺ کی ذات گرامی نہایت ہی مقدس، بابرکت، انسان کی سچی خیرخواہ اور تمام غلطیوں سے مبرا تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل سرزمین عرب فساد سے بھرگئی تھی۔ کبائر وسیأت نے اپنی حدوں کو پار کرلیا تھا۔ ایسی کون سی برائی تھی جو اس جاہلی معاشرے میں نہ تھی۔ ان حالات میں امام کائنات رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے مبعوث فرمایا۔ قرآن کریم میں بتایا گیا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی آنے والی نسلوں کی اصلاح وتربیت، تزکیہ ونجات کے لئے داعیانہ تڑپ کے ساتھ اللہ سے دعا مانگی کہ "اے رب ان لوگوں میں سے خود ان کی قوم میں سے ایک رسول اٹھائیو، جو انہیں تیری آیات سنائے، ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے، ان کی زندگیاں سنوارے، تو بڑا مقتدر اور حکیم ہے"۔
(البقرہ، آیت: ۱۲۹)

گویا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا جواب ہے اور بالکل اسی شان وعزیمت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مثالی کردار مسلسل جدوجہد کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم داعیانہ تڑپ کا مجسم پیکر تھے۔ انسانیت کی حقیقی خیر وفلاح کے لئے دعوت دین کے لئے خیالات، افکار ونظریات میں بہترین تبدیلی کے لئے اخلاق، عادات، معاشرت، سیاست، تمدن، اصلاح، تربیت وتزکیہ قلوب غرض ہر چیز کو سنوارنے کی سعی مسلسل کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نظر آتے ہیں۔ عقائد واعمال کی درستگی، انفرادی واجتماعی زندگی کے آداب واصول سجھائے اور برت کر دکھائے۔ معاشرے میں نظم وضبط، باہمی خیرخواہی، عدل وقسط، اخوت ومودت قائم فرمائی۔ امن وسلامتی کا درس وپیغام عام کیا۔ یتامیٰ، غرباء، مساکین، غلاموں، پڑوسیوں، والدین، اولاد، ہر فرد کے بنیادی حقوق کو تحفظ فراہم کیا اور ۲۳ سالہ مختصر مدت میں صرف اور صرف انسانوں کی حقیقی بھلائی کے لئے اور اپنے ذاتی اور خاندانی مفاد سے پرے ہٹ کر فطری، عقلی، علمی، عملی، آسان وعام فہم ہر دل و دماغ کے لئے قابل قبول دین "دین اسلام" غالب ونافذ کردیا۔ تاکہ انسانیت ابدی زندگی میں جہنم زار ہونے سے بچ سکے۔ دستور حیات قرآن مجید مقصد بعثت رسول ﷺ کو واضح کرتے ہوئے کہتا ہے: "وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے تمام باطل ادیان پر غالب کردے، خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو"۔ قرآن مجید میں ایک جگہ یہ بھی آیا ہے کہ خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو اور سورہ فتح میں اسی بات کا اعادہ تھوڑے الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ کہا گیا ہے۔ اس آیت کریمہ میں "ہدایت" سے مراد قرآن مجید ہے جو انسانوں کے تمام "مسائل کا حل" ہے۔ "دین حق" سے مراد صحیح طریقۂ زندگی تمام نقائص سے پاک وبہتر نظام حیات یا وہ کلی آئین ہے جس پر پورے انسانی طرز عمل کی بنیاد اللہ کی رضا ہو۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی علیہ الرحمہ نے بعثت رسول ﷺ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ "وقت کا رسول جس ہدایت ودین حق کو خدا کی طرف سے لایا ہے اسے دین کی نوعیت رکھنے والے تمام طریقوں اور نظاموں پر غالب کردے۔ رسول کی بعثت کبھی اس غرض کے لئے نہیں ہوئی کہ جو نظام زندگی وہ لے کر آیا ہے وہ کسی دوسرے نظام زندگی کی تابع ہو اور اس سے مغلوب رہے۔ اس کی دی ہوئی رعایتوں اور گنجائشوں میں سمٹ کر رہے، بلکہ وہ بادشاہ ارض وسما اور احکم الحاکمین کا نمائندہ بن کر آتا ہے اور نظام حق کو غالب دیکھنا چاہتا ہے"۔ یہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد بعثت اور یہ ہے آپ کا عظیم مشن کہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ کے قانون واقتدار کا عمل ہو اور اسی مقصد ومشن کی یہ امت تا قیامت امین و پاسدار ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کے ہر فرد کو "خلیفۃ الارض" یعنی اللہ کے دین کا نائب ہونے کا تمغہ اعزاز بخشا ہے۔ یہ امت، امت وسط ہے۔ اسے اپنے قول وعمل سے کردار سے شہادت علی الناس کا فریضہ انجام دینا ہے۔ آپؐ کے فرض منصبی کی ذمہ داری امت مسلمہ کو سونپی گئی ہے کہ وہ داعی امت ہے۔ اسے فریضۂ دعوت کو ادا کرتے رہنا ہے۔ معروفات کا حکم دینا ہے، منکرات سے روکنا ہے، کلمۃ اللہ بلند کرنا ہے۔ یہ امت اقامت دین کے لئے مکلف ہے۔ عصر حاضر میں سیرت رسولؐ کے صرف زبانی دعوے اور بے عمل مسلمانوں کے حوالے سے اسلام کی شبیہ مشتبہ ہورہی ہے۔ دین ودنیا کے معاملات میں توازن و اعتدال کا حسین امتزاج سیرت نبویؐ کا خاصہ ہے۔ آپ ﷺ نے سیرت طیبہ اتنی جامع، مکمل، مستند ومعتبر ہے کہ آنے والے ہر دور کے لئے قابل قبول وقابل عمل ہے۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر انسانوں کی جبینوں کو ذلیل اور بے محل خاک آلود ہونے سے بچا کر انہیں عزت کا مقام دلایا۔ ابدی سرخروئی کا مژدہ سنایا۔ زمانے کی کج روی کو راست روی میں تبدیل کردیا۔ غلط سوچنے والے اذہان وقلوب کو مسخر کرڈالا، ظلم وطغیان سے بھری نجاست آلود تاریخ کا دھارا موڑ کر عظیم الشان صالح انقلاب پر منتج کیا۔ جس نے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی دنیا کو اسلام کے نور سے منور کردیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت کا نقش آج بھی دنیا پر ثبت ہے اور یہ نقش قائم ودائم رہے گا انشاء اللہ۔ لیکن آج جب ہم اپنے معاشرے پر نظر ڈالتے ہیں تو تعلیمات وسیرت نبویؐ سے بے نیاز ہوکر اہل ایمان کی اکثریت اسلام کے نام پر بے جا رسوم وخرافات میں غرق دکھائی دیتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موقع پر آپؐ کے مکمل اسوۂ حسنہ سے بے پروا وبے نیاز ہوکر سیرت رسولؐ کے صرف چند پہلوؤں مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مراسم عبودیت، نماز، روزہ، ذکر واذکار کو یاد کرلیا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذہنی وروحانی محبت کا اظہار کرلیا جاتا ہے۔ کیا یہی مقصد بعثتِ رسول ﷺ کی تکمیل ہے؟ کیا یہی امت کی دونوں جہاں میں سرخروئی کی سبیل ہے؟ کیا یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن تھا؟ جواب نفی میں ہے۔

تحریک اسلامی اور راہ حق کے مسافروں کو ایک سنگین رکاوٹ یہ ہے کہ ہمارے سروں پر ایسے بے دین حکمرانوں، دانشوروں ورہنماؤں، بے عمل علماء کو مسلط کردیا گیا ہے جن کا شریعت محمدیؐ سے محض رسمی تعلق ہے۔ مسلم مردوں سے دینی حمیت، عورتوں سے حیا، نوجوانوں سے دینی عزیمت وشعور، ملی جذبہ مفقود ہے۔ نوجوانوں کو تن آسان، فیشن پرست، مادہ پرست بنایا جارہا ہے۔ ان کے جسموں سے روح محمدیؐ کو نکالا جارہا ہے۔ اگر یہی صورتحال رہی تو امت مسلمہ مزید قعر مذلت میں گرتی چلی جائے گی۔ قرآنی احکام کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ سیرت رسولؐ کے احکام وفرائض کی بجا آوری میں ملت اسلامیہ کی بقا وسرفرازی کا پیغام پنہاں ہے۔ ان حالات میں ہمارا اپنا کردار، رول اور عمل کیا ہونا چاہئے۔ عصر حاضر میں اس کی عملی صورتیں، عملی تدابیر کیا ہوسکتی ہیں، غور وفکر و منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ اس کی طرف پیش قدمی کی ضرورت ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ملت کی اجتماعی غفلت ولاپرواہی سے خدا کا بے لاگ قانونِ عدل حرکت میں آئے اور ہمارے تعلق سے انسانی تاریخ کے صفحات پر ایک اور داستان عبرت لکھی جائے۔ ●●

بقیہ: طب یونانی اور اس کا طریقہ علاج

بالکل بے معنی اور بے رونق ہوکر رہ جاتی ہے۔ اس سے انسان ہلاک بھی ہوسکتا ہے۔ یونانی طریقۂ علاج کے ان بنیادی نظریات کو جاننے کے بعد اس کے علاج ومعالجہ کے بنیادی اصول کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ علاج ومعالجہ کے یہ بنیادی اصول اول الذکر بنیادی نظریات کے ہی تابع ہوتے ہیں۔ علاج ومعالجہ کے اس اصول کو بھی دو ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: (الف) بقراط سے پہلے علاج ومعالجہ کے اصول (ب) بقراط کے بعد علاج ومعالجہ کے اصول۔

(الف) بقراط سے پہلے علاج ومعالجہ کے اصول:

بقراط سے قبل یونانی اصول علاج کے دو طریقے رائج رہے ہیں:

(۱) براہ راست طریقۂ علاج:

اس طریقۂ علاج میں مریض اور خدا کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہوتا تھا بلکہ مریض کسی جگہ لیٹ جاتا تھا۔ وہاں اسے خواب میں دواؤں کی تفصیل معلوم ہوتی تھی۔ اسے وہ مختلف منتروں اور دعاؤں کے ساتھ اس کا استعمال کرتا تھا۔ اگرچہ کتابوں میں دواؤں کے نام تو نہیں ملتے لیکن جڑی بوٹیوں اور مرہموں کی اصطلاحات ضرور ملتی ہیں۔ اس کے علاوہ بعض چشموں، تالابوں اور کنوؤں کا پانی مقدس اور صحت مند سمجھا جاتا تھا۔ آج بھی بعض تالاب اور چشمے موجود ہیں جو مرض کو دور کرنے میں معاون ہیں، ایسا عقیدہ ہے۔

(۲) بالواسطہ طریقۂ علاج:

اس طریقۂ علاج میں مریض کے ہاتھ کو اوپر کرکے لٹادیتے تھے۔ تصور یہ تھا کہ صحت کے خدا باری باری مریضوں میں حلول کرکے مرض کا علاج کریں گے۔ اس عمل میں طبیب اول اسقلی بیوس اور اس کے قریبی ساتھیوں کے سہارے اس عمل کو زیادہ آسانی سے انجام دیا جاتا تھا۔ ہاتھ پھیلاتے وقت دایاں ہاتھ استعمال ہوتا تھا اور بایاں ہاتھ کا استعمال مطلق نہیں ہوتا تھا۔ ہاتھ پھیلانے کا طریقہ یہ تھا کہ انگوٹھا کلمۂ شہادت اور درمیانی انگلیاں کھلی رہتی تھیں اور دوسری انگلیاں ہتھیلی سے ملتی رہتی تھیں۔

(ب) بقراط کے بعد علاج ومعالجہ کے اصول:

بقراط نے جادو ٹونے کو اس طریقۂ علاج سے ختم کیا اور باقاعدہ اس کو ایک علم کی شکل دی۔ چنانچہ اس کے بعد طب یونانی میں علاج ومعالجہ کے جو بنیادی اصول سامنے آئے ہیں وہ یہ ہیں:

تعدیل مزاج:

یونانی طب کا کلی (کلیات) اصول علاج "علاج بالضد" ہے جس میں بہت سارے دیگر ذرائع اصول شامل ہیں۔ جن میں تعدیل مزاج بھی علاج کی ایک اہم بنیاد ہے۔ تعدیل مزاج سے مراد سوء مزاج سے مزاج معتدل کی طرف بدن یا کسی عضو کو لانا مقصود ہوتا ہے۔ پہلے لکھا جاچکا ہے کہ امور طبعیہ میں جو سات امور داخل ہیں ان میں سے ایک بھی ختم ہوجائے تو انسانی جسم بہت سارے امراض کا گہوارہ بن جاتا ہے اور پھر انسان کی زندگی موت کے قریب ہوجاتی ہے۔ انہی سات امور میں سے مزاج ایک اہم حصہ ہے۔ جس کی چار طبعی کیفیات ہیں یعنی حرارت (گرمی)، برودت (سردی)، رطوبت (تری) اور یبوست (خشکی)۔ ان میں پہلے دو کیفیات کو فلاسفہ مشائن (گھوم گھوم کر تعلیم دینے والا) کیفیات فاعلہ اور بعد والی دو کیفیات کو کیفیات منفعلہ کہتے ہیں جو کیفیات فاعلہ کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے۔ جس کے نتیجے میں چار مرکب کیفیات پیدا ہوتی ہیں: (۱) حرارت رطوبت (گرمی تری) (۲) حرات یبوست (گرمی خشکی) (۳) برودت رطوبت (سردی تری) (۴) برودت یبوست (سردی خشکی)

ان میں بے اعتدالی کیفیت یا تو سادہ طور پر یا مادی طور پر پیدا ہوتی ہے۔ یہاں مادہ سے مراد علم طب میں اخلاط اربعہ خون، بلغم، صفراء اور سوداء ہے۔ یہ اخلاط بھی ہمارے جسم میں ایک طبعی تناسب میں رہتا ہے۔ ہر ایک کا اپنا الگ الگ مزاج ہوتا ہے۔ اس کی کمی یا زیادتی یا اس کے مزاج میں بے اعتدالی کیفیت پیدا ہونے سے اعضاء قویٰ اور افعال وغیرہ متاثر ہوتے ہیں۔

طب یونانی میں اسی اصول کی بنیاد پر علاج کے چار طریقے رائج ہیں۔ ابن سینا نے اپنی مشہور کتاب "القانون فی الطب" میں علاج کی تین بنیادی اقسام کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: "علاج کا عمل تین چیزوں میں سے کسی ایک کے ذریعے انجام پاتا ہے۔ جن میں ایک تدبیر وتغذیہ ہے۔ دوسرے استعمال ادویہ اور تیسرے اعمال ید یعنی جراحت کا استعمال"۔ انھوں نے علاج بالتدبیر اور علاج بالغذا کو ایک ساتھ بیان کیا ہے۔

علاج بالغذا:

اس طریقۂ علاج میں غذاء کی کیفیت اور کمیت کو تبدیل کرکے علاج کیا جاتا ہے۔ غذا صحت وطاقت کا دوست بھی ہے اور دشمن بھی۔ دوست اس لحاظ سے کہ غذا کی بے اعتدالی سے بہت سارے امراض پیدا ہوتے ہیں۔ جس سے مرض کو تقویت پہنچتی ہے۔ اس پیچیدگی سے بچنے کے لئے غذاء کے استعمال کے طریقے اور ضابطے کی پابندی ضروری ہے تاکہ مرض لاحق نہ ہو۔

علاج بالغذا کے تناظر میں ایک طبیب حاذق "حکیم احمد ملتانی" نے کیا خوب کہا ہے۔

جہاں تک کام چلتا ہو غذا سے
وہاں تک چاہئے بچنا دوا سے
اگر تجھ کو لگے جاڑے میں سردی
تو استعمال کر انڈے کی زردی
جو ہو محسوس معدے میں گرانی
تو پی لے سونف یا ادرک کا پانی
اگر خون کم بنے بلغم زیادہ
تو کھا گاجر، چنے، شلغم زیادہ
جو بدہضمی میں تو چاہے افاقہ
تو لے ایک یا دو وقت فاقہ
جو ہو پیچش تو پیچ اس طرح کس لے
ملاکر دودھ میں لیمو کا رس لے
جگر کے بل پہ ہے انسان جیتا
اگر ضعف جگر ہے کھا پپیتا
جگر میں ہو اگر گرمی دہی کھا
اگر آنتوں میں ہو خشکی تو گھی کھا
تھکن سے ہوں اگر عضلات ڈھیلے
تو فوراً دودھ گرما گرم پی لے
جو طاقت میں کمی ہوتی ہو محسوس
تو پھر ملتانی مصری کی ڈلی چوس
زیادہ گر دماغی ہو تیرا کام
تو کھایا کر ملاکر شہد اور بادام
اگر ہو دل کی کمزوری کا احساس
مربہ آملہ کھا اور انناس
اگر گرمی کی ہو شدت زیادہ
تو کھا گلقند، گھی، شربت زیادہ
جو دکھتا ہو گلا نزلے کے مارے
تو کر نمکین پانی کے غرارے
اگر ہے درد سے دانتوں کے بیکل
تو انگلی سے مسوڑھوں پر نمک مل
ذیابیطس اگر تجھ کو ہے مارے
تو جامن تازہ کھا اور لے نظارے
اے ہندی گر ہو دنیا سے پریشاں
خدا کی یاد سے کر دل کو شاداں

علاج بالدواء:

اس طریقۂ علاج کے ذریعے دوا مرض کے برعکس استعمال کرائی جاتی ہے۔ مثلاً حرارت اور گرمی کی وجہ سے جب مرض لاحق ہوجائے تو ٹھنڈی دوائیں اور ٹھنڈک کی وجہ سے مرض لاحق ہو تو گرم دوائیں۔ جب طبیب کو مرض کی کیفیت اور نوعیت معلوم ہوجاتی ہے تو پھر اس اصول پر دوائیں منتخب کی جاتی ہیں۔ مثلاً لو لگنے کی وجہ سے جسم کی گرمی میں اضافہ ہوجاتا ہے اس کے لئے بارد (سرد) ادویہ استعمال کرائی جاتی ہیں۔ مثلاً کچے آم کو آگ میں بھون کر اس کا شربت بناکر پلانا، مرکب میں شربت روح افزا، شربت گڑہل وغیرہ۔ علاج بالدوا میں دوائیں نباتات، حیوانات اور معدنیات سے حاصل کی جاتی ہیں، جن کے مختلف نام ادویہ کی کتابوں میں درج ہیں۔

علاج بالتدبیر:

اس سے مراد وہ چھ اسباب ہیں جن کا بیان پہلے کیا جاچکا ہے۔ اس میں تبدیلی (تصرف) پیدا کرکے علاج کیا جاتا ہے۔ اس کی بارہ قسمیں ہیں جن میں سے کسی ایک کو بھی مرض کا سبب اور مریض کے مزاج کے مطابق استعمال کیا جاتا ہے:

(۱) فصد (ورید کاٹ کر فاسد خون کا جسم سے نکالنا) (۲) حجامت (سینگھیا کھنچوانا) (۳) تعریق (پسینہ خارج کرنا) (۴) ادرار بول (بار بار پیشاب کرانا) (۵) حمام (غسل کرانا) (۶) دلک (مالش کرانا) (۷) ریاضت (ورزش کرانا) (۸) اسہال (دست کرانا) (۹) قے (قے کرانا) (۱۰) حقنہ (کسی سیال دوا یا غذا کو آلہ کے ذریعے مقعد میں داخل کرنا) (۱۱) ارسال علق (جونک لگانا) (۱۲) عمل کی (داغنا)۔ ان میں سے بعض طریقۂ علاج میں انسانی ہاتھوں کا استعمال ہوتا ہے۔ جیسے ورید کاٹ کر (فصد) فاسد خون کا نکالنا سینگھیا کھنچوانا (حجامت)، جونک کے ذریعے فاسد خون کو چوسوانا (ارسال علق) وغیرہ۔

طب یونانی کی بدقسمتی ہی ہے کہ اس قدر آسان اور سہل طریقۂ علاج اور تدابیر رفتہ رفتہ ختم ہوتا جارہا ہے جس میں ادویہ کی ضرورت بہت ہی کم پڑتی ہے اور نہ ہی مضر اثرات جسم پر رونما ہوتے ہیں۔ علم طب کے سند یافتہ حضرات کو چاہئے کہ اپنے علاج ومعالجہ کے دوران اس قدر آسان اور کم خرچ طریقۂ علاج کو رواج دیں اور اپنے پیشے کو خدمت خلق کے لئے سہل الحصول بنائیں۔

علاج بالید:

طب یونانی میں جراحت کے ذریعے بھی علاج کیا جاتا ہے۔ اس میں کسی عضو کو کاٹ کر یا زخم میں نشتر لگا کر اس کے فاسد مادہ کو نکال کر مرض کو دور کیا جاتا ہے۔

علامہ برہان الدین نفیس (۱۵ صدی عیسوی) نے اعمال ید کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے: "اعمال ید چھ ہیں: ٹوٹی ہڈی کو جوڑنا، اکھڑی ہوئی ہڈی کو بیٹھانا، زخم پر نشتر لگانا، کسی عضو کو کاٹنا، داغنا اور ٹانکا لگانا"۔

دیگر طریقۂ علاج:

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک طبیب کو مرض کے اسباب اور اس کی نوعیت کا پتہ نہیں چلتا جس کی وجہ سے صحیح تشخیص نہیں ہوپاتی کہ مرض کا اصلی سبب کیا ہے؟ ایسی صورت میں قدیم اطباء کا مشورہ ہے کہ علاج کرتے وقت ہلکی پھلکی دوا استعمال کی جائے تاکہ اگر فائدہ نہ ہو تو نقصان بھی نہ ہو اور مرض بھی نہ بڑھے۔ ایسے موقعوں کے لئے انھوں نے بہت سے ذاتی نسخے اپنی بیاض میں درج کئے ہیں۔ ان میں سے ایک "نسخہ خلل شکم" کے نام سے مشہور ہے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس طریقۂ علاج اور اصول ونظریات کو علاج ومعالجہ کے دوران پورے یقین واعتماد کے ساتھ کام میں لائیں۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ طریقۂ علاج دیگر طریقۂ علاج سے کسی بھی صورت میں کمتر اور ناقص نہیں ہے۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ آج کے اطبائے کرام کو خود اپنے طریقۂ علاج پر اعتماد نہیں ہے اور احساس کمتری میں اس کو چھوڑ کر دوسرے طریقۂ علاج کا رخ کر رہے ہیں۔ طب یونانی اور اطبائے کرام کیلئے یہ لمحۂ فکریہ ہے۔ ●●

خطوط ومسائل

دینی مدارس، حکومتی ترغیبات اور اس کا پس منظر

سہ روزہ دعوت مورخہ ۱۹/مارچ ۲۰۰۹ء صفحہ اول پر ایک مضمون دینی مدارس سے متعلق پڑھا۔ اس سے قبل میرا ایک بہت تفصیلی مضمون دعوت ہی میں شائع ہوچکا ہے جس کا لب لباب یہ ہے کہ ہمیں کسی مدرسہ بورڈ کی ضرورت نہیں ہے اور ہم اپنے ان مدارس میں کسی قسم کی مداخلت حکومت کی طرف سے قبول کرنے کو تیار نہیں ہیں، اس لئے کہ یوپی اور بہار میں جن مدارس نے حکومت کی امدادیں قبول کی ہیں ان کا حال ہمارے سامنے ہے، خوف خدا سے بیزاری سے اور بے نیازی ان کے مدرسین کا مقدر بن کر رہ گئی ہے۔ سب سے پہلے ہمیں ان مدارس کی حیثیت کو سمجھ لینا ہے تاکہ بقیہ مسائل سمجھنے میں آسانی ہوسکے۔ قرآن کریم ہمیں حکم دیتا ہے کہ تم میں ہمیشہ ایک گروہ ایسا رہنا چاہئے جو لوگوں کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی خدمت انجام دیتا رہے یعنی اچھے کاموں کی ہدایت اور برے کاموں سے روکتا رہے اور یہ کام اسے پوری نسل انسانی کے لئے کرنا ہے صرف مسلمانوں کے لئے نہیں۔ (پارہ ۴، رکوع ۲، آیت ۱۰۴۔ رکوع ۳ آیت ۱۱۴) اب رہ جاتا ہے اس گروہ کی روزی روٹی کا سوال تو جب یہ خدائی نوکری کریں گے تو وہ ہی ان کی روزی روٹی کا ذمہ دار بھی ہوگا۔ آپ کو الحمدللہ کوئی عالم دین بیروزگار نہیں ملے گا۔ امامت اور مؤذنی جیسے امور کے لئے ہم علماء کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ آپ کی یہ فکر نامناسب ہے کہ مولوی کے گھر ٹیلیفون کیوں نہیں؟ ٹیلی ویژن کیوں نہیں، اس کے پاس وسیع مکان کیوں نہیں۔ وہ ان سب چیزوں سے بے نیاز ہوتا ہے۔ اب یہ حضرات خود غور فرمائیں کہ آٹھویں درجے میں یہ سات مضامین پڑھاتے ہیں دسویں درجے میں پانچ مضمون رہ جاتے ہیں، بارہویں میں چار اور بی اے میں تین اور ایم اے میں ایک مضمون پڑھاتے ہیں اور مولویوں سے کہتے ہیں کہ تم اپنے موجودہ مضامین قرآن وحدیث سے متعلق پڑھاؤ اور جو کچھ ہم تم سے کہہ رہے ہیں وہ بھی پڑھاؤ تاکہ دھوبی کا کتا نہ گھر کا رہے اور نہ گھاٹ کا۔ علماء کو برباد کرنے کا اس سے زیادہ مہذب طریقہ کوئی نہیں ہوسکتا۔ اس پس منظر میں ایک واقعہ نقل کرنا مناسب ہے۔ مستند روایت ہے۔ یوپی میں مدرسوں کو ۱۹۴۲ء سے ہی گرانٹ ملتی تھی۔ آزادی کے بعد ۱۹۴۸ء میں یہ مسئلہ اٹھایا گیا کہ کسی سیکولر حکومت میں دینی مدارس کو امداد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، لہٰذا یہ امدادیں بند کردی جائیں۔ اکابر کانگریس کی اکثریت اسی حق میں تھی لیکن بعض اکابر اس سے متفق نہیں تھے۔ انھوں نے اپنی ایک خفیہ میٹنگ کی اور کہا کہ ان مسلمانوں کو اپنے دین، روزہ، نماز ہی میں الجھائے رکھو ورنہ اگر یہ ٹیکنیکل لائن میں تمہارے حریف بن کر آگئے تو تمہیں پچھاڑ دیں گے اور تم صنعتوں میں ان کے محتاج بن کر رہ جاؤ گے۔ چنانچہ تمام لوگوں کو مشورہ دیا گیا کہ مدارس کی امداد برقرار رکھی جائے؟ مزید برآں آج آر ایس ایس کا ایک طبقہ اپنے مخصوص حلقوں میں کہتا سنا جارہا ہے کہ ہندوؤں نے فسادات کرکے بڑی غلطی کی ہے۔ اگر ۱۹۴۷ء کے بعد مسلمانوں کو سینوں سے لگالیا ہوتا تو وہ آج سکھوں کی طرح ہندو قوم کا حصہ ہوتے۔ ہم ارباب حکومت سے معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ان کو ان مدارس کی اصلاح کی کیوں فکر ہے جبکہ ان اصحاب کا کوئی بچہ مدارس میں نہیں پڑھتا اور یہاں صرف مسلمانوں کے دو فیصد بچے ایسے خاندانوں کے پڑھتے ہیں جن میں سے اکثر کے گھروں میں روزی روٹی نہیں ہوتی۔ بدن پر مکمل لباس نہیں ہوتا۔ پیروں میں جوتے نہیں ہوتے۔ اگر یہ مدارس ان بچوں کو قبول نہ کرتے تو یہ سماج کے جرائم پیشہ بنتے۔ آخر ان لوگوں کو اپنے اسکولوں کے ان بچوں کی اخلاقی تعلیم آخرت میں اپنے خدا کے سامنے محاسبۂ اعمال، اپنے بڑوں کا احترام سکھانے کی فکر کیوں نہیں ہوتی۔ آج اسکولوں کا حال دیکھئے طالب علموں میں اساتذہ کا کوئی احترام نہیں۔ استاد شاگرد ہیں، کوئی روحانی تعلق نہیں ہے اور مخلوط تعلیمی اداروں میں تو جنسی بے راہ روی اب تفریح اور تواضع کی چیزیں بن کر رہ گئے ہیں۔ معاف فرمائیں یہ لوگ کہ ہمارے مدرسوں کو اپنی نظر عنایت سے بچائے رکھیں اور ہمیں اپنے پرانے انداز سے ہی کام کرنے اور سماج کے لئے اچھے انسان بنانے میں مصروف رہنے دیں۔ ہاں ایک کام حکومت اگر نیک نیت ہے تو کرسکتی ہے کہ ہمارے ان اچھے مدارس کی اسناد کو دسویں بارہویں کلاس اور بی اے ایم اے کی سند کے برابر تسلیم کرے اور ان کے سند یافتہ طلبہ کو اگلے مراحل میں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اسکولوں میں داخلے کا مجاز بنادیں اور علی گڑھ اور بنارس یونیورسٹی کے طرز پر اسلامک اسٹڈیز کے مضمون کو بھی ایک نصابی مضمون تسلیم کریں تاکہ طلبہ اگلی جماعتوں میں انگریزی، عربی، اسلامک اسٹڈیز، تاریخ جغرافیہ وغیرہ مضامین میں داخلہ لے سکیں اور جو طلبہ سائنس انٹرمیڈیٹ میں داخلے کے خواہشمند ہوں ان کے لئے ایک دو سالہ ایڈیشنل ہائی اسکول کورس فزکس، کیمسٹری، بایولوجی اور میتھ میٹکس کا مرتب کرائیں جس کے بعد وہ انٹرمیڈیٹ سائنس میں داخلہ لے سکیں۔ اور اس میں بھی بہتر یہ ہے کہ یہ درجات مدارس اپنے یہاں سرکاری منظوری اور گرانٹ لے کر خود قائم کریں۔ موجودہ سرکاری اسکولوں پر انحصار نہ فرمائیں۔ یوپی میں رجسٹرار مدارس طریقہ نے مولوی کو ہائی اسکول، عالم کو انٹرمیڈیٹ کے مماثل تسلیم کرلیا ہے۔ یہی صورتحال علی گڑھ، بنارس اور کشمیر یونیورسٹیوں نے بھی منظور کی ہے۔ خدارا ہمارے مدارس کو نہ چھیڑیئے۔ ان کی اصلاح میں خود علماء مصروف ہیں اور رفتہ رفتہ اپنے اپنے وسائل کی حدود میں نئے ماحول کو قبول کرنے کا انتظام کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کی اقتصادی، معاشرتی، معاشی، تعلیمی ترقی اور فلاح وبہبود کا جذبہ رکھنے والے مسلم علاقوں میں عصری تعلیم کے ادارے اسکول اور کالج قائم کرنے اور کرانے پر زور دیں۔

حکیم ظل الرحمن
بی۔۲۹، جوہری فارم، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۲۵

اردو سے بے وفائی کیوں؟

اترپردیش اسمبلی انتخابات کے وقت بہوجن سماج پارٹی کے بیشتر امیدواروں نے اپنے بینر، پوسٹر، ہینڈبل، ہورڈنگ، اخباری اشتہارات اور ووٹنگ سلپ وغیرہ اردو میں شائع کراکر عوام کے سامنے پیش کئے تھے جس سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ریاستی حکومت اور اس کے ممبران اسمبلی اردو والوں کی طرف سے دی جانے والی حمایت کی خاطر کچھ کریں گے۔ مایاوتی کی حکومت نے اترپردیش میں سرکاری ملازمین کو اردو سے واقف کرانے کے تعلق سے کچھ نہیں کیا۔ اس سے اردو حلقے میں ناراضگی پائی جاتی ہے۔ اردو کے نام پر اردو والوں کے ووٹ تو انھوں نے حاصل کئے مگر اردو کے لئے ابھی تک کچھ بھی نہیں کیا گیا۔ اترپردیش کے سرکاری ملازمین کو اردو سکھانے کے لئے اقدام کرنا چاہئے کیونکہ سرکاری ملازمین پر اردو والوں کا اتنا ہی حق ہے جتنا کسی اور کا ہے۔

ایاز محمود
کنوینر انجمن اردو دوست کانفرنس

جنگوں سے انسانیت کا نقصان ہوتا ہے

عارف عزیز بھوپال

انسانی تاریخ کا سب سے المناک پہلو قوموں اور ملکوں کے باہمی جنگ وجدال اور اس سے وابستہ فطرت ہے۔ دنیا میں انسانیت کے آغاز سے لے کر آج تک یعنی دور وحشت سے موجودہ نام نہاد ترقی کے عہد تک چھوٹی بڑی کتنی ہی جنگیں لڑی جا چکی ہیں جن کے اسباب و علل کا مطالعہ کیا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ اس کے نتائج خود حضرت انسان کو بھگتنے پڑے ہیں اور اسی عمل یا ردعمل کے طور پر انسان نے اپنے تحفظ اور دوسروں کی ہلاکت کے لئے نت نئے ہتھیار بنانے کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔

پتھر کے ہتھیاروں سے نیزے، بلم، تلوار، اس کے بعد بارود، بندوق، توپ اور اب بم، راکٹ، میزائل جیسے جدید جوہری اسلحہ اور کیمیات سمیات یہ سب انسان کے تہذیبی ارتقاء کے کارنامے ہیں۔ کبھی انسان نے چنگیز وہلاکو کی صورت میں قتل وغارت گری کا مظاہرہ کیا، کبھی نادر شاہ بن کر خون کے دریا بہاتا رہا اور کبھی اس کی بھڑکائی ہوئی عالمی وعلاقائی جنگوں میں ہلاک شدگان کی تعداد لاکھوں سے تجاوز کرگئی پھر بھی یہ جنگیں ایسی بے نتیجہ رہیں کہ ان کے فاتح ومفتوح میں امتیاز کرنا دشوار ہوگیا۔

جیسا کہ تاریخ کا ایک معمولی طالبعلم بھی جانتا ہے کہ پہلی جنگ عظیم کا مقصد ترکی کی خلافت کے عالی شان محل کو تباہ کرکے اس کی جگہ برطانیہ وفرانس کے اقتدار کا نیا ایوان تعمیر کرنا تھا لیکن جنگ کے نتائج اور مابعد جنگ کے اثرات کے باعث جرمنی کے نام سے ایک نئی طاقت دنیا کے نقشے پر ابھر آئی، اسی طرح روس میں کمیونسٹ انقلاب کے بعد عالمی سیاست میں نوآبادیات کا ایک ایسا دشمن پیدا ہوگیا جو انحطاط پذیر ترکی کی خلافت سے کہیں زیادہ مغرب دشمن اور طاقتور تھا۔ یہ سرخ حکومت لڑنے کے لئے نئے اور کارگر ہتھیار لے کر مقابلے میں اتری تو اسلحہ سے زیادہ نظریات پر بھروسہ کرتی تھی جبکہ اس کا حریف نوآبادیاتی نظام، عسکری قوت کی برتری اور جدید فوجی حکمت عملی پر بھروسہ کرتا تھا پھر بھی اسے نئی طاقت کی درجہ بدرجہ کامیابیوں کے آگے پسپائی اختیار کرنی پڑی اور اس طرح ان ممالک میں بھی اس کے حامی پیدا ہوگئے جو نظریاتی طور پر کیمونزم کے مخالف بلکہ دشمن تھے۔

دوسری جنگ عظیم کا نتیجہ اس سے زیادہ خلاف برآمد ہوا، اس میں برطانیہ و فرانس جیت کر بھی ہار گئے، جرمنی ہار کر نہ صرف تقسیم ہوگیا بلکہ بربادی تک پہنچ گیا۔ جاپان کو آگ وخون کے سمندر سے گزرنا پڑا اور اس طرح وہ تمام نوآبادیاتی نظام اور عالمی تجارتی اجارہ داری جس کے تحفظ کے لئے یہ جنگیں لڑی گئی تھیں پارہ پارہ ہوگئے۔ اس وقت کی بڑی طاقتیں برطانیہ وفرانس سکڑ کر محدود ہوگئیں اور عالمی سیاست پر روس وامریکہ کا پرچم لہرانے لگا جن کے بعد اپنی جدوجہد کے بل پر قابل ذکر حیثیت کے مالک چین اور جاپان شمار ہونے لگے۔ بیسویں صدی کے ختم ہوتے ہوتے دنیا نے دو تین جنگوں کا مزہ اور چکھ لیا۔ افغانستان میں سوویت یونین کی فوجی کارروائی خود اس کے لئے اتنی خطرناک بلکہ مہلک ثابت ہوئی کہ ایک بڑی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔

دوسری طرف خلیج کی دو جنگوں نے عراق، ایران اور دیگر عرب ممالک کی اقتصادی ترقی کو درہم برہم کرکے رکھ دیا اور آج بڑی طاقتوں کو اس کا بخوبی اندازہ ہوگیا ہے کہ جنگیں فاتح ومفتوح دونوں کو برباد کردیتی ہیں، اسی لئے ان میں ہزار اختلافات اور کشیدگی کے باوجود براہ راست تصادم یا کھلے ٹکراؤ کی نوبت دوبارہ نہیں آئی۔ اس کے بجائے امریکہ نے اپنی گرتی معیشت کو سنبھالنے اور اپنی اسلحہ ساز فیکٹریوں میں ہتھیاروں کی تیاری کے کام کو جاری رکھنے کے لئے کمزور ملکوں کے خلاف جنگوں کی جس حکمت عملی کا آغاز کیا اس کا دوسرا مرحلہ ان دنوں عراق کے خلاف جنگ کی صورت میں جاری ہے اور توقع کے برخلاف اس جنگ میں امریکہ کا سارا وقار داؤ پر لگ گیا ہے۔ جدید ترین جنگی وسائل اور اعلیٰ ہتھیاروں سے حملہ اور امریکہ کو لٹے پٹے عراق سے اس جنگ میں اب تک منھ کی کھانی پڑ رہی ہے۔ ایک ایک کرکے اس کے سارے تخمینے غلط ثابت ہورہے ہیں۔ وہ کسی بھی بہانے وہاں سے نکل بھاگنے میں اپنی عافیت سمجھ رہا ہے۔ ●●

مرکزی وزیر کے بیان کی مذمت

جے پور۔ راجستھان مسلم فورم کے تحت راجستھان کی اہم مسلم تنظیموں نے ایک مشترکہ بیان جاری کرکے مرکزی وزیر داخلہ پی چدمبرم کے اس بیان کی سخت مذمت کی ہے جس میں انھوں نے اپنے جے پور دورے میں مئی ۲۰۰۸ء میں ہوئے جے پور بم دھماکوں کے کیس حل کرلئے جانے کی بات کہی تھی۔ مسلم تنظیموں نے وزیر داخلہ کے اس بیان کو غیر ضروری اور قبل از وقت بتاتے ہوئے کئی سوالوں اور شکوک کا اظہار کیا ہے۔ مسلم تنظیموں نے کہا کہ مرکزی وزیر کو کم از کم اس وقت تک تو انتظار کرنا چاہئے تھا جب تک کہ صوبے کی پولیس کے ذریعے شک میں پکڑے گئے لوگوں پر لگائے ہوئے الزامات اور ان کے ذریعے جمع شدہ ثبوت عدالت میں صحیح ثابت ہوجاتے۔ انھوں نے کہا کہ یہ حیرت انگیز اور تشویشناک بات ہے کہ نئی صوبائی حکومت نے گزشتہ حکومت کی غلطیوں کو درست کرنے کے بجائے بی جے پی کے دور حکومت میں کی گئی تحقیقات کو ہی کافی تسلیم کرلیا ہے۔

بقیہ: جہد وعزیمت کا پیکر۔ امام ابن تیمیہ

پہلے کبھی نہیں ہوئے۔ اگر میں اس قلعے کے برابر سونا لٹادوں تو بھی خدا کی اس نعمت کا شکر ادا نہیں کرسکتا۔ ساتھ ہی میں اپنے ان حریفوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے مجھے قید میں ڈلوا کر بہت فائدہ پہنچایا۔ امام صاحب نے جیل میں رہنا گوارا کرلیا۔ لیکن اپنے عقیدے اور رائے کے خلاف جو ان کے نزدیک کتاب وسنت پر مبنی تھی۔ دھونس اور دھمکیوں سے ڈر کر بے دلیل کوئی بات تسلیم نہیں کی۔ آپ اسلامی اخلاق وکردار کی عظمتوں کے حامل تھے۔ اللہ نے انھیں للّٰہیت اور اخلاص کی اس متاع گراں مایہ سے بہرہ مند فرمایا تھا جو وہ اپنے خاص ہی بندے کو عطا فرماتا ہے۔

امام کی زندگی حسن عمل کی زندگی تھی اور اعمال حسنہ نے ان کی زندگی کے ایک ایک لمحے کو اپنے اندر جذب کرلیا تھا۔ امام دن کا آغاز نماز فجر سے کرتے اور طلوع آفتاب تک اذکار اور توبہ استغفار میں مشغول رہتے۔ آپ اس عمل کو اپنے ناشتے سے تعبیر کرتے اور فرماتے: "اگر میں ناشتہ نہ کروں تو میری قوت زائل ہونے لگے گی"۔ آپ بہت ہی متواضع ومنکسر المزاج تھے۔ ان مخلص محبوب متقیوں میں سے تھے جو دنیا سے بہت کم امیدیں وابستہ رکھتے تھے جن کا دل سارے جہاں سے مستغنی، جس کی سب سے بڑی دولت غنائے قلب ہوتی جن کی نگاہیں دنیوی مال ومتاع، دنیا کی جاہ و حشمت وحکومت وسلطنت کی حیثیت، ایک مری ہوئی مکھی سے زیادہ حقیر تھی کیونکہ وعظ و پندخواہ کتنے ہی خوشنما اسلوب سے بیان کئے جائیں اگر ان کے پیچھے عملی زندگی کا نمونہ نہ ہو تو سوائے کتاب کی زینت کے اور کسی کام کے نہیں۔ وہ عظیم شخصیت جو دمشق کی آغوش میں پلی بڑھی اور اس کی عظمت کی نشان اور اس کی علمی ودعوتی محفلوں کی روح رواں بنی اور اپنے علم وعمل سے تاریخ کے صفحات پر حسین پاکیزہ نقش ثبت کرتی رہی۔ کردار کی اس آہنی ساخت میں بلا کی دلکشی تھی۔ کیونکہ نسیم سحر کے جھونکے چلتے ہیں تو ہزاروں دلوں کو شگفتگی بخشتے ہیں۔ تیر دنتار یک فضا میں مشعل حق روشن ہوتی ہے تو ذہن سے خود بخود کفر کی ظلمتیں چھٹ جاتی ہیں۔ دعوت دین کی کھیتی پروان چڑھتی ہے تو بہت سے لوگوں کو فیض حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ زبان کا پاس ولحاظ ایسا کردار ہے جس سے موتیوں کی بارش ہوتی ہے، حسن اعتماد کی زر پاش ہوائیں چلتی ہیں۔ ان کی وفات کے بعد ان کی اصلاحی تحریکیں ختم نہیں ہوتیں۔ انھوں نے اپنے شاگردوں کی ایک ایسی جماعت تیار کردی تھی جس نے نہ صرف ان کی تحریکوں کو زندہ رکھا بلکہ ان کی تمام تصانیف کو جو اسلامی جوش وولولے سے لبریز تھیں ہر جگہ عام کیا۔ ان کی تحریروں میں ایسی کشش اور جاذبیت پائی جاتی ہے کہ جو بھی خالی الذہن ہوکر ان کا مطالعہ کرتا ہے ان کا گرویدہ ہوجاتا ہے۔

ذوالقعدہ ۷۲۸ھ میں ترجمان القرآن والسنہ شیخ الاسلام امام تقی الدین ابوالعباس احمد ابن تیمیہ رہتی دنیا تک کے لئے نقش دوام ثبت کرکے عالم جاودانی کو رحلت کرگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ جو علم وعمل اور تقویٰ وطہارت کا پیکر ہے وہ زندہ و جاوید ہستی صبر واستقامت اور عزیمت میں ایک پہاڑ کے مانند تھے جن کے کردار کو ان کے دشمن تک خراج تحسین ادا کرتے تھے۔

وہ ہستی جو زندگی بھر اپنوں کی غیرت کا شکار رہی، اس کو آخری آرام گاہ تک پہنچانے کے لئے پورا شہر گھروں سے نکل آیا۔ آپ کی پہلی نماز جنازہ قلعے کے اندر ادا کی گئی۔ نیز جنازہ وسیع وعریض جامعہ اموی میں پہنچا۔ تیسری مرتبہ نماز جنازہ سوق الخیل کے عظیم الشان میدان میں پڑھی گئی، عصر سے کچھ پہلے جنازہ امام کے خاندانی قبرستان مقابر صوفیہ میں پہنچا اور یہاں چوتھی مرتبہ نماز جنازہ ادا کی گئی جہاں بھی جنازہ جاتا۔ وہاں جم غفیر ہوتا امامؒ کے منجھلے بھائی شرف الدین عبداللہ ابن تیمیہ کے پہلو میں آپ کو دفن کردیا گیا اور ایک عہد، ایک تاریخ علم وعمل کا خزینہ فضل وکمال کا ایک آفتاب خاک کے پردے میں روپوش ہوگیا۔ ●●

علامہ شبلی نعمانیؒ پر توسیعی خطبہ

علی گڑھ۔ "علامہ شبلی نعمانی کا فکر اجتہاد" کے موضوع پر جناب پروفیسر کبیر احمد جائسی نے شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ کانفرنس ہال میں توسیعی خطبہ پیش کیا۔ پروگرام کی صدارت مولانا قمرالدین اصلاحی اور نظامت رفیق دارالمصنفین مولانا عمیر الصدیق دریابادی نے کی۔ توسیعی خطبہ سے قبل رسالہ معارف کی سی ڈی اور ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی کی کتاب "انعکاس" کا اجراء ڈاکٹر فخرالاسلام اعظمی صدر شعبہ عربی کے ہاتھوں ہوا۔ ناظم اجلاس نے پروفیسر صاحب کا تعارف کرایا۔ اس کے بعد پروفیسر کبیر جائسی نے مقالہ پیش کیا۔ انھوں نے کہا کہ علامہ شبلی نعمانی کے فکری اجتہاد کا دور علی گڑھ سے شروع ہوا، مسلمانوں کی گزشتہ تعلیم علامہ شبلی کے فکری وعلمی اجتہاد کا آغاز اور سیرۃ النبیؐ اس کا اختتام ہے۔ پروفیسر صاحب نے علامہ کی تصنیفات کا اجمالی تعارف کراتے ہوئے فکر شبلی کے اجتہادی پہلوؤں کا ناقدانہ جائزہ لیا۔ صدر جلسہ نے علامہ شبلی کی ادبی شخصیت کے نمایاں پہلوؤں کی جانب توجہ دلائی۔ ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی نے بھی دارالمصنفین کی انتظامیہ کو چند قابل لحاظ امور کی جانب توجہ دلائی۔ پروگرام میں شہر کے معززین، شبلی کالج، مدرسۃ الاصلاح اور جامعۃ الفلاح کے اساتذہ اور دیگر شخصیات نے شرکت کی۔

امریکیوں کو اسلام سے واقفیت نہیں

واشنگٹن۔ واشنگٹن پوسٹ۔ اے بی سی نیوز کے سروے میں کہا گیا ہے کہ زیادہ تر امریکی سوچتے ہیں کہ صدر بارک اوباما کے ذریعے مسلم دنیا کے ساتھ 'نئی راہ تلاش کرنا' اہم ہدف ہے۔ کئی لوگوں کا یہ ماننا ہے کہ مذہب اسلام کے اہم پیروکار بھی غیر مسلموں کے خلاف تشدد کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ جن لوگوں کے درمیان سروے کیا گیا ان میں سے ۵۵ فیصد لوگوں کو اسلام کے بارے میں بنیادی معلومات بھی نہیں ہیں اور زیادہ تر نے کہا کہ وہ ایسے کسی شخص کو نہیں جانتے جو مسلم ہیں۔

آثار قدیمہ کی مساجد کو نماز کیلئے واگزار کیا جائے / جماعت اسلامی ہند

نئی دہلی۔ جماعت اسلامی ہند نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ محکمہ آثار قدیمہ کے زیر اہتمام ملک کی تمام مساجد میں پنجوقتہ نماز ادا کرنے کے مسلمانوں کے حق کو تسلیم کرے اور نماز کی ادائیگی میں پیدا کی جانے والی تمام رکاوٹوں کا خاتمہ کرے۔

جماعت اسلامی ہند کے سکریٹری جنرل جناب نصرت علی نے ۵؍اپریل کو یہاں جاری ایک بیان میں کہا کہ آزادی کے ساٹھ برس گزر جانے کے بعد بھی محکمہ آثار قدیمہ کے زیر اہتمام ملک میں پھیلی ہوئی بہت سی مساجد اذانوں اور نمازوں کو ترستی ہیں۔ حیرت کا مقام ہے کہ مسلمان اپنے اسلاف کی تعمیر کردہ ان مساجد میں نماز ادا کرتے ہیں تو ان کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے اور ان کو مجرم قرار دیا جاتا ہے۔

قیم جماعت نے اس پر افسوس کا اظہار کیا کہ محکمہ آثار قدیمہ مسلمانوں کو تو مساجد میں نماز ادا کرنے سے روکتا ہے لیکن ان کی حفاظت اور ان کے تقدس کی بحالی سے اس کی مجرمانہ غفلت کے سبب ان مساجد کی عام طور پر بے حرمتی ہوتی رہتی ہے۔ لہٰذا ان حالات میں زیادہ ضروری ہوگیا ہے کہ محکمہ آثار قدیمہ کے زیر انتظام ملک کی تمام مساجد پر سے انگریزوں کے جابرانہ وسفاکانہ دور سے جاری نماز پڑھنے کی غلط اور ناجائز پابندی فی الفور ختم کی جائے اور ان تمام مساجد کو مسلمانوں کے لئے نماز ادا کرنے کی خاطر کھول دیا جائے۔ جناب نصرت علی نے حکومت پر یہ بھی واضح کیا کہ اس کے نزدیک محکمہ آثار قدیمہ کے زیر انتظام مساجد کی اگر تاریخی اہمیت ہے تو اس سے زیادہ اہمیت اس بات کی ہے کہ یہ مساجد اللہ کا گھر ہیں جو مسلمانوں نے نماز ادا کرنے کے لئے تعمیر کی ہیں اور مسلمانوں کو ان میں نماز ادا کرنے کے حق کی حفاظت حکومت کی ذمہ داری ہے۔ جماعت کے سکریٹری جنرل نے اس امید کا اظہار کیا کہ اس سلسلے میں حکومت واضح اور مثبت اقدام کرکے ملک بھر کے مسلمانوں کا اضطراب اور ان کی بے چینی دور کرکے ان کا آئینی حق بحال کرے گی۔

ادارۂ ادب اسلامی ہند کے زیر اہتمام ادبی کانفرنس

اکولہ۔ ادارۂ ادب اسلامی ہند مغربی زون کے زیر اہتمام ۲۸؍مارچ کو ایک ادبی کانفرنس منعقد ہوئی۔ دو نشستوں پر مشتمل کانفرنس میں محترمہ ضمیرہ کوثر، جناب وقار اعظمی، ڈاکٹر زینت اللہ جاوید، جناب محمد شکیل انجینئر، ڈاکٹر ذاکر نعمانی، جناب متین اچلپوری، ڈاکٹر محبوب راہی، ڈاکٹر محمود حسن الہ آبادی، ڈاکٹر یحییٰ نشیط اور دیگر نے ادب اسلامی کے مختلف پہلوؤں پر اپنے مقالات پیش کئے۔

کانفرنس میں جناب کیف نوگانوی کے شعری مجموعہ "خون جگر" کا اجراء بدست ڈاکٹر شبنم سبحانی اور ڈاکٹر محبوب راہی کی کتاب "چاندنی تخیل کی" کا اجراء بدست جناب انتظار نعیم عمل میں آیا۔ ڈاکٹر نشاط الرحمٰن خاں منشاء اور جناب نذیر فتح پوری نے کتابوں پر تبصرہ پیش کیا۔ کانفرنس کی صدارت ڈاکٹر شبنم سبحانی اور نظامت متین اچلپوری اور شکیل احمد انجینئر نے کی۔ اس موقع پر شب میں ایک مشاعرہ کا بھی اہتمام کیا گیا جس کی صدارت جناب انتظار نعیم سکریٹری ادارۂ ادب اسلامی ہند اور نظامت جناب فصیح اللہ خاں نقیب نے کی۔ مشاعرے میں جناب انتظار نعیم، ڈاکٹر شبنم سبحانی، اقبال خلش، ڈاکٹر منشاء، کیف نوگانوی، نذیر فتحپوری، شمس جالنوی، یوسف راز، ڈاکٹر زینت اللہ جاوید، شمس اعجاز، جاوید ندیم، وکیل انجم، وقار اعظمی، ڈاکٹر محبوب راہی اور دیگر شعراء نے اپنا کلام پیش کیا۔

بھارتیہ جن سنگھ / بی جے پی کا سیاسی سفر

پارٹی کا نام	عام انتخابات	امیدوار	کامیاب
بھارتیہ جن سنگھ	۱۹۵۲	۹۴	۳
〃	۱۹۵۷	۱۳۰	۴
〃	۱۹۶۲ء	۱۹۶	۱۴
〃	۱۹۶۷ء	۲۴۹	۳۵
〃	۱۹۷۱	۱۵۷	۲۲
بی جے پی	۱۹۸۴ء	۲۲۹	۲
〃	۱۹۸۹ء	۲۲۵	۸۵
〃	۱۹۹۱ء	۴۷۷	۱۲۰
〃	۱۹۹۶ء	۴۷۱	۱۶۱
〃	۱۹۹۸ء	۳۸۸	۱۸۲
〃	۱۹۹۹ء	۳۳۹	۱۸۲
〃	۲۰۰۴ء	۳۶۴	۱۳۸

نوٹ: بی جے پی کی تشکیل ۱۹۸۰ء میں ہوئی تھی اور اس نے ۱۹۸۴ء میں پہلی بار عام انتخابات میں حصہ لیا تھا۔ اس پارٹی کی بنیاد بھارتیہ جن سنگھ تھی جو آزادی کے بعد سے مسلسل الیکشن لڑتی رہی لیکن ۱۹۷۱ء کے عام انتخابات کے بعد جب وہ جنتا پارٹی میں ضم ہوئی تو ۱۹۷۷ء سے ۱۹۷۹ء تک وہ اسی پارٹی کا حصہ رہی۔ پھر دوہری رکنیت کے مسئلہ پر جنتا پارٹی میں اختلاف ہوا اور بھارتیہ جن سنگھ کے لیڈران نے الگ ہوکر بی جے پی کے نام سے اپنی نئی پارٹی بنالی تھی۔

دعوت

"جائزہ" کا آئندہ موضوع

"نیا تعلیمی سال اور طلباء کی رہنمائی"

ہر نیا تعلیمی سال اپنے ساتھ طلبہ کے لئے کچھ نئے چیلنج لے کر آتا ہے۔ یونیورسٹیوں میں نئے کورسیز کی شمولیت اور داخلے کے اعلانات کی بروقت معلومات نہ ہونے کے سبب ہر سال ہزاروں طلبہ اچھے کورسیز میں داخلے سے محروم رہ جاتے ہیں جس سے ان کا کیریئر متاثر ہوتا ہے۔ اس کا نقصان شہروں کے مقابلے دیہی علاقوں میں رہنے والے طلبہ کو زیادہ اٹھانا پڑتا ہے۔ طلبہ کی تعلیمی رہنمائی کے پیش نظر ہم **جائزے** کے اس شمارے میں ملک کے معروف ماہرین تعلیم، کیریئر صلاح کار اور سماجی تنظیموں کے ذمہ داران سے یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ طلبہ کب؟ کیسے؟ اور کس طرح بہتر مستقبل کی ضامن معیاری تعلیم کے حصول کی کوشش کریں۔

تاریخ اشاعت ۱۶؍اپریل ۲۰۰۹ء

مسجد اشاعت اسلام میں خطبۂ جمعہ

آخرت کے لئے ہم نے کیا توشہ جمع کیا ہے؟

نئی دہلی۔ "زندگی کا ایک لمبا سفر ہے۔ ہم ایک شہر سے دوسرے شہر جاتے ہیں یا کسی سفر سے گھر لوٹتے ہیں تو بیوی بچوں کے لئے، عزیزوں، رشتے داروں کے لئے تحفے تحائف لاتے ہیں۔ کل حشر کے میدان میں زندگی کے لمبے سفر سے واپس جاکر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنی ہے۔ کیا آپ نے کبھی سوچا کہ وہاں کے لئے کیا تحفہ لے جارہے ہیں؟ کیا آپ نے کبھی یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ اللہ کو کیا تحفہ پسند ہے؟"

یہ چبھتے ہوئے سوالات مولانا محمد یوسف اصلاحی نے ۳؍اپریل کو مسجد اشاعت اسلام میں خطبہ جمعہ کے دوران کئے۔ موصوف جماعت اسلامی ہند کی مرکزی مجلس شوریٰ کے قدیم مؤقر رکن اور ایک کامیاب مصنف ہیں۔ مولانا اصلاحی نے اس بنیادی حقیقت کو ذہن نشین کرایا کہ ہر شخص کو ایک دن موت کا مزہ چکھنا ہے اور آخرت میں ہر شخص کو اپنے کئے کا بدلہ مل کر رہے گا اور اس روز وہی شخص کامیاب اور فائز المرام ہوگا جو جہنم سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کردیا گیا۔ اور یہ دنیا تو دھوکے کی ٹٹی ہے۔ یہاں کامیابی اور ناکامی کے پیمانے اور معیار مختلف ہیں تو جو شخص اس معاملے میں دھوکہ کھا گیا وہ ناکام و نامراد ہوگیا۔ مولانا نے کہا کہ ہمارے سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہمیں موت آئے تو کس حال میں آئے اور ہم نے آخرت کے لئے کیا توشہ جمع کیا ہے؟ توبہ وانابت، اطاعت وفرمانبرداری، حق کی حمایت اور اللہ کا کلمہ بلند کرنے کی جی جان سے کوشش، خلق خدا سے محبت، غریبوں، محتاجوں، ضرورت مندوں، بیماروں کی خدمت اور ان کی خبرگیری وہ صفات ہیں جو اللہ کو بے حد پسند ہیں اور اللہ کی میزان میں ان کی بڑی وقعت ہے۔

آخرت میں عمل نیک ہی کام آئیں گے
پیش ہے تجھ کو سفر، زاد سفر پیدا کر

مولانا نے اس حقیقت نفس الامری کی طرف توجہ دلائی کہ شادی کے وقت موت کا ذکر کوئی نہیں پسند کرتا کیونکہ اس وقت جذبات کا ہیجان ہوتا ہے، سینہ خوشیوں سے لبریز ہوتا ہے مگر انسانیت کے سب سے بڑے نبض شناس حضرت محمدؐ نے نکاح کے وقت جو خطبہ پڑھا ہے اس میں بہت واضح طور سے موت کا ذکر موجود ہے (اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو: آل عمران) آپؐ نے تاکید فرمائی کہ موت کا ذکر اکثر کیا کرو، اپنی بات ختم کرتے ہوئے مولانا نے کہا کہ ہم اپنی کوششیں، کاوشیں، آرزوئیں اور تمنائیں ایسی ایسی بنائیں کہ جب بھی موت آئے اللہ کی راہ میں آئے، اس حال میں آئے کہ ہم اللہ کو یاد کررہے ہوں کیونکہ اعتبار اسی آخری لمحے کا ہوتا ہے۔

جب دم واپسیں ہو یا اللہ
لب پہ ہو لاالٰہ الا اللہ

(رپورٹ: عبدالحق فلاحی)

جماعت اسلامی ہند راجستھان کا عوامی انتخابی منشور

جے پور۔ جماعت اسلامی ہند راجستھان نے جے پور میں ایک پریس کانفرنس میں اپنا عوامی منشور جاری کیا ہے جو مختلف سیاسی پارٹیوں کو ارسال کیا گیا ہے تاکہ وہ اسے غور وفکر کے بعد آئندہ پارلیمانی انتخابات میں اپنے منشور کا حصہ بنائیں۔ منشور جاری کرتے ہوئے جماعت کے امیر حلقہ راجستھان انجینئر محمد سلیم نے کہا کہ فرقہ پرست اور فسطائی طاقتیں اس وقت ملک کے لئے بہت بڑا خطرہ ہیں۔ راجستھان میں جماعت کی انتخابی پالیسی کے متعلق انھوں نے بتایا کہ ابھی یہ دیکھنا باقی ہے کہ سیاسی پارٹیاں کس طرح ٹکٹوں کی تقسیم کرتی ہیں اور وہ مسلمانوں کو اس میں مناسب حصہ دیتی ہیں یا نہیں۔ انھوں نے کہا کہ جماعت کوشش کرے گی کہ بی جے پی اور اس جیسی پارٹیاں کسی صورت میں اقتدار میں نہ آنے پائیں، اس کے لئے جماعت پوری ریاست میں مہم چلائے گی۔ انھوں نے کہا کہ ہم ایسے امیدوار کی حمایت کریں گے جس کی تصویر پاک صاف ہو اور جو فرقہ پرست طاقتوں کو شکست دینے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ البتہ یہ بات واضح ہے کہ ہم کسی بھی ایسے امیدوار کی حمایت نہیں کریں گے جس کا ریکارڈ فرقہ پرستانہ یا مجرمانہ ہو، خواہ وہ کسی سیکولر پارٹی کے ٹکٹ پر ہی انتخاب میں کھڑا ہوا ہو۔ مرکزی شوریٰ کے رکن ڈاکٹر قاسم رسول الیاس نے کہا کہ جماعت انتخابی سیاست کو ایک وقتی اور ہنگامی مسئلہ نہیں سمجھتی۔ اسے ایک ایسا سنجیدہ عمل سمجھتی ہے جس کے تحت پورے ملک کے عوام اپنے ووٹوں کے ذریعے اپنے نمائندے پارلیمان اور اسمبلیوں میں پہنچاتے ہیں جو عام انسانوں کے لئے پالیسیاں وضع کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ جماعت اقدار پر مبنی سیاست کی قائل ہے، نیز جماعت کسی ایسی پارٹی کی حمایت نہیں کرے گی جو فرقہ پرستانہ ایجنڈا رکھتی ہو یا جو کسی فرقہ پرست پارٹی سے الحاق کرے۔ ہمارا ملک ایک کثیر تہذیبی، کثیر مذہبی اور کثیر لسانی ملک ہے اور اس تکثیر کو جبراً ختم کرنے کی کوشش ملک کے مفاد میں نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہمارے ملک کی سیاست میں ایسی پارٹیوں اور افراد کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے جو فسطائی اور فرقہ پرست رجحانات رکھتی ہیں اور جو بزور ایک خاص تہذیب اور فکر کو ملک پر تھوپ دینا چاہتی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ عالمی استعماری قوتیں اور ادارے پوری دنیا اور ہمارے ملک کے لئے خطرہ ہیں لہٰذا ملک کی پالیسی سازی میں ان پالیسیوں کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہونی چاہئے جن میں کسی خاص ملک کی کثیر ملکی کمپنیوں اور کارپوریٹ گروپس کے مفاد کو پیش نظر رکھا گیا ہو اور جن سے عوام اور ان کے مفاد پر ضرب پڑتی ہو۔ اسی طرح جماعت ملک کی موجودہ خارجہ پالیسی کو ملک کے مفاد میں نہیں سمجھتی۔ جماعت کی رائے ہے کہ ملک کو اپنی دیرینہ غیر وابستگی کی پالیسی پر ہی گامزن رہنا چاہئے۔ امریکہ اور اسرائیل کی جانب بے جا جھکاؤ ملک کی سالمیت کے لئے بے حد خطرناک ہے۔

جماعت نے اپنے منشور میں ترقی، سماجی عدل وانصاف، اقتصادیات، تحفظ، خواتین، بنیادی حقوق، صحت، تعلیم، زراعت، صنعت، خارجہ پالیسی، عوامی جوابدہی، ثقافت، وقف اور دیگر اصلاحات کے تحت سیاسی پارٹیوں کے سامنے کئی مطالبات رکھے ہیں۔ انجینئر محمد سلیم کے مطابق جماعت آئندہ پارلیمانی انتخابات میں انہی امیدواروں اور پارٹیوں کی حمایت کرے گی جو اس منشور سے اتفاق کریں اور اسے اپنے منشور کا حصہ بنانے پر آمادہ ہوں۔ انھوں نے جے پور بلاسٹ پر اظہار خیال کرتے ہوئے مرکزی وزیر خارجہ مسٹر چدمبرم کے اس بیان کی سخت مذمت کی جس میں انھوں نے جے پور بلاسٹ کے کیس کے حل ہوجانے کا دعویٰ کیا تھا۔ انھوں نے کہا کہ ابھی جبکہ عدالت نے کسی کو مجرم قرار نہیں دیا ہے، وہ کس طرح محض شک کی بنیاد پر گرفتار کئے گئے نوجوانوں کو مجرم مان رہے ہیں؟ انھوں نے موجودہ صوبائی حکومت سے بھی یہ مطالبہ کیا کہ وہ بی جے پی حکومت کے دوران ہوئی تحقیقات کی دوبارہ جانچ کرائے اور ان پولیس افسران کے خلاف سخت کارروائی کرے جو بی جے پی کے فرقہ پرستانہ ایجنڈے کی تکمیل میں اس کی مدد کررہے تھے۔

یوڈی ایف کی حمایت کا اعلان

نئی دہلی۔ آل انڈیا ملی کونسل نے آئندہ پارلیمانی انتخابات کیلئے کیرالہ میں یونائیٹڈ ڈیموکریٹک فرنٹ کو اپنی مکمل حمایت کا اعلان کیا ہے۔ کونسل کی طرف سے جاری کئے جانے والے ایک اخباری بیان میں جنرل سکریٹری ڈاکٹر محمد منظور عالم نے کہا ہے کہ مذکورہ فیصلہ پوری ریاست کی مجموعی سیاسی صورتحال کے جائزے نیز ریاستی و مرکزی ملی کونسل کے مشترکہ غور وخوض کے بعد کیا گیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ ملی کونسل نے مرکزی سطح پر نہایت باریک بینی اور سنجیدہ تبادلہ خیال کے بعد ہی یوڈی ایف کے حق میں ووٹ دینے کی اپیل جاری کی ہے۔

جنوبی ہند کا ایک علمی ودعوتی سفر

ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی

فروری کے اواخر میں محترم امیر جماعت مولانا سید جلال الدین صاحب عمری نے جنوبی ہند کا سفر کیا تھا۔ ہر چند کہ مدورائی کا یہ سفر اسلامک فقہ اکیڈمی کی دعوت پر تھا لیکن فقہ اکیڈمی کے پروگرام کے علاوہ اس سفر میں کئی پروگرام ہوئے جن کی وجہ سے یہ سفر مولانا موصوف کا ایک اہم اور یادگار سفر بن گیا۔ اس سفر میں ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی، علی گڑھ کے سرکردہ رکن ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی بھی محترم امیر جماعت کے ہمراہ تھے۔ انھوں نے دوران سفر کی مصروفیات کے تاثرات قلم بند کئے تھے۔ ان کے تاثرات کا ایک حصہ ''مندروں کے شہر میں صدائے حق'' کے عنوان کے تحت ۲۵ر مارچ ۲۰۰۹ء کے دعوت میں شائع ہو چکا ہے۔ ذیل کے حصے میں مزید کچھ پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

امیر جماعت اسلامی ہند مولانا سید جلال الدین عمری صاحب کے دورے کے پیش نظر رفقاء اور احباب نے کئی پروگراموں کا اہتمام کیا تھا جن کا مقصد مولانا سے خاطرخواہ استفادہ تھا۔ عمائدین شہر سے ملاقات، نومسلم بستیوں کا دورہ، علمی نوعیت کے خطابات وغیرہ۔ مجھے اس سفر سے ذاتی طور پر بڑا فائدہ پہنچا۔ مدورائی میں قیام کے دوران محترم امیر جماعت سے بھرپور علمی استفادے اور مختلف علمی امور پر تبادلہ خیال کا موقع ملا۔ سمینار کے دوران بھی مولانا نے بعض اہم نکات اجاگر کیے۔ مثلاً عورتوں کی حیثیت، قیدیوں کے حقوق، عورتوں کی ملازمت وغیرہ۔ ایک علمی خطاب میں اجتماعی قبول اسلام پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا نے فرمایا کہ سورۃ الانعام کی آیت ۱۲۵ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''پس جسے اللہ ہدایت بخشنے کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے''۔ اس آیت کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے آپ فرمایا: ''جس شخص کو اسلام کی دولت مل جائے اس سے بڑی دولت کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے ہمیں اس کی قدر کرنی چاہیے۔ انھوں نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں چاہیے کہ اسلام کی مزید تعلیمات حاصل کرنے کی کوشش کریں، پھر جن باتوں کا علم ہوان پر عمل کی کوشش کریں اور ساتھ ہی ہماری یہ بھی خواہش ہو کہ اسلام کی جو دولت ہمیں ملی ہے وہ دوسرے لوگوں کو بھی حاصل ہو''۔ بستی کے ایک صاحب نے نگڑیوں سے ہماری خاطرتواضع کی۔

اسی طرح ایک دوسری بستی میں بھی مولانا کا مختصر خطاب رکھا گیا۔ انھوں نے سورۃ الحجرات کی آیت ۱۰: ''مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں'' سے اپنی گفتگو کا آغاز کیا اور حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: آپ سب بھائی ہیں۔ کوئی چھوٹا بڑا نہیں۔ چھوٹائی بڑائی نیکی کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ جو نیک ہے وہ بڑا ہے، جو نیک نہیں ہے وہ بڑا نہیں ہے۔ قرآن کریم میں ہے: ''اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے''۔ (سورۃ الحجرات: ۱۳)

اور حدیث شریف میں ہے: ''اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا، بلکہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے''۔ موصوف نے ایک حدیث بھی سنائی کہ ایک شخص کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گزر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مجلس سے دریافت کیا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ فلاں شخص ہے۔ غریب ہے۔ اسے زیادہ لوگ نہیں جانتے۔ وہ سفارش کرے تو اس کی سفارش نہیں سنی جائے گی۔ کوئی شادی کے لئے اسے لڑکی دینے پر تیار نہیں ہوگا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک دوسرا آدمی وہاں سے گزرا۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا: ''یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ فلاں شخص ہے، بڑا آدمی ہے، بہت شہرت رکھتا ہے، اس کی سفارش سنی جاتی ہے، وہ کسی جگہ شادی کرنا چاہے تو ہر ایک تیار ہوجائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر اس جیسے لوگوں سے پوری زمین بھر جائے تو وہ سب مل کر بھی اللہ جل شانہ کے نزدیک اس ایک شخص کے برابر نہیں ہوسکتے۔ جسے تم نے ناقابل التفات قرار دیا۔

عورت کی حیثیت اور مقام کے بارے میں آپ نے اپنی ایک گفتگو میں فرمایا کہ قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کی ایک مستقل شخصیت ہے۔ جس طرح مرد احکام شریعت کا مخاطب ہے، اسی طرح اس کا خطاب عورت سے بھی ہے۔ ہماری گفتگو ایسی ہونی چاہیے کہ ہم عورت کی شخصیت کو بھی ملحوظ رکھیں اور مرد اور عورت کے دائرۂ کار کے حدود بھی پیش نظر رکھیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم فریق بن جائیں۔

مولانا نے اسلام کے نظام خاندان پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ اس میں مرد کو 'قوام' یعنی نگراں بنایا گیا ہے۔ عورت کی فطرت یہ چاہتی ہے کہ کوئی اس کا نگراں ہو، وہ کسی کی سرپرستی میں رہے۔ انھوں نے اس جانب توجہ دلائی کہ ''ہمیں غور کرنا چاہیے کہ اسلام کا وہ نظام خاندان کیا ہے جو اگر نافذ ہوتو اس طرح کے مسائل پیدا ہی نہیں ہوں گے۔ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم دوسروں کے قائم کردہ اور برپا کردہ نظام میں باقی رہتے ہوئے سوچتے ہیں کہ اس نظام میں رہتے ہوئے جو دشواریاں پیش آرہی ہیں انہیں کیسے حل کیا جائے؟ ہمیں تو یہ غور کرنا چاہیے کہ ہمارا اپنا نظام کیسے قائم ہو۔ اس سے بہت سے وہ مسائل جو آج ہمارے لئے چیلنج بنے ہوئے ہیں خود بخود حل ہوجائیں گے۔

میرے لئے اس سفر کی ایک قیمتی بازیافت محترم امیر جماعت سے علمی استفادہ ہے۔ انھوں نے منتظمین سیمینار سے کہہ کر میرے قیام کا نظم اپنے کمرے میں کروالیا تھا۔ چار دن زیادہ تر اوقات میں ان کے ساتھ رہنا ہوا۔ اس دوران میں ڈھیر سارے موضوعات پر ان سے تبادلۂ خیال ہوا اور مختلف مسائل پر ان کی رائے جاننے کا موقع ملا۔

سیمینار کے پہلے دن ''قیدیوں کے حقوق'' کا موضوع زیر بحث آیا تھا۔ اس میں بعض اصحاب نے ٹارچر کی فقہ کے حوالے سے بعض صورتوں کے جواز کی رائے دی تھی۔ اس پر میں نے مولانا کی رائے جاننی چاہی تو انھوں نے فرمایا کہ موجودہ حالات میں اس انداز کی باتیں ابھارنا مناسب نہیں ہے۔ اس سے تو ہم یہ تاثر دیں گے کہ اسلام بھی ٹارچر کی صورتیں اختیار کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ سب باتیں تو فقہاء نے لکھی ہیں۔ اس پر مولانا نے فرمایا کہ نئے پیش آمدہ مسائل کے حل کے سلسلے میں ہمیں بہت زیادہ قدیم فقہاء کی فقہی جزئیات کو پیش نہیں کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ انھوں نے اپنے زمانے کے حالات کو سامنے رکھ کر باتیں کہی ہیں، بلکہ ہمیں قرآن وسنت کی اصولی تعلیمات کو سامنے رکھ کر نئے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس طرح کے امور میں دیکھنے کی چیز اصلاً یہ ہے کہ عدل وانصاف کے تقاضے پورے ہوتے ہیں یا نہیں؟ اگر عدل وانصاف کے تقاضے پورے نہ ہوں تو اسے جائز نہیں قرار دیا جاسکتا۔

سیمینار کا ایک موضوع 'عورتوں کی ملازمت' تھا۔ اس حوالے سے ایک موقع پر میں نے مولانا سے عرض کیا کہ بعض مسلم دانشور سورہ نساء کی آیت ۳۴ ''مرد عورتوں کے نگہبان'' (قوام) ہیں سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''اگر کسی زمانے میں عورت کمانے اور خرچ کرنے لگے تو وہ قوام بن سکتی ہے''۔ مولانا نے فرمایا: یہ حضرات آیت کے دوسرے جزء (کہ مرد اپنے مال خرچ کرتے ہیں) کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ لیکن پہلے جزء (کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے) کو نظرانداز کردیتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے: ''مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ حاصل ہے'' (البقرہ: ۲۲۸) مولانا نے مزید فرمایا کہ یہ صرف ایک مسئلہ نہیں ہے، بلکہ عورت کو 'قوام' بنانے سے پورے نظام شریعت کو بدلنا ہوگا۔ طلاق کا حق عورت کو دینا ہوگا۔ بچے عورت کی طرف منسوب کرتے ہوں گے اور دوسرے مسائل پیدا ہوں گے۔

ایک موقع پر مولانا ابوالکلام آزاد کے علم وفضل کا تذکرہ کیا تو مولانا نے فرمایا: ''اسلامیات کے میدان میں مولانا ابوالکلام آزاد سے زیادہ گہرائی علامہ سید سلیمان ندوی کی تحریروں میں ملتی ہے۔ ساتھ ہی سید سلیمان ندوی کے موضوعات میں بھی تنوع ملتا ہے۔ سیرۃ النبی اسلامیات کا شاہکار ہے۔ اس کے ساتھ عمر خیام پر بھی ان کا کام معرکۃ آراء ہے۔ عربوں کی جہاز رانی، عرب وہند کے تعلقات اور ارض القرآن بھی بالکل نئے موضوعات ہیں جن پر سید صاحب نے اعلیٰ معیار کا کام کیا ہے۔

ایک موقع پر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کم سنی میں شادی کا موضوع زیر بحث آیا۔ میں نے مولانا موصوف سے دریافت کیا کہ بعض حضرات نے یہ تحقیق پیش کی ہے کہ ان کا نکاح چھ سال میں نہیں، بلکہ سولہ برس کی عمر میں اور رخصتی نو سال میں نہیں، بلکہ انیس سال کی عمر میں ہوئی تھی۔ آپ کی کیا رائے ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ ان حضرات کی رائے صحیح نہیں ہے۔ صدیوں تک علماء نے اس انداز سے نہیں سوچا ہے۔ اب یہ باتیں کہی جانے لگی ہیں۔ انھوں نے مولانا سید سلیمان ندوی کا نام لیا کہ انھوں نے اپنی کتاب 'سیرت عائشہ' میں اس موضوع پر اچھی بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ نئی تحقیق پیش کرنے والوں کے پاس کوئی معقول دلیل نہیں ہے۔ مولانا نے کم عمری کے نکاح کے تعلق سے فرمایا کہ بسا اوقات بعض حالات ایسے پیش آجاتے ہیں کہ باپ اپنی بیٹی کا نکاح اس کی کم عمری میں کردینا چاہتا ہے، مثلاً بڑھاپا، بیماری یا کسی اچھے رشتے کا مل جانا وغیرہ۔ مولانا موصوف نے فرمایا کہ قرآن پاک سے اس کے جواز کا ثبوت ملتا ہے۔ سورۂ طلاق کی آیت ۴ میں ان عورتوں کی عدت بھی بتائی گئی ہے جنہیں ابھی حیض نہ آیا ہو۔ اس کے بعد یہ بحث بے معنی معلوم ہوتی ہے۔

ایک موقع پر میں نے عرض کیا کہ علمی تحریروں میں حوالوں کا اب جتنا اہتمام ہونے لگا ہے کچھ عرصہ پہلے اتنا اہتمام نہیں ہوتا تھا۔ اس پر مولانا نے فرمایا: ''جماعت اسلامی کے علماء بھی اس میں شامل ہیں۔ مولانا مودودی کے یہاں بھی الجہاد فی الاسلام کے علاوہ دیگر کتابوں میں حوالوں کا پورا اہتمام نہیں پایا جاتا۔ مولانا کے آخری دور کی تحریروں میں اس کا اہتمام ہے۔ جماعت کے دوسرے علماء کا بھی یہی حال تھا۔ البتہ اس عاجز نے اپنی تصنیفی زندگی کے آغاز ہی سے ہر بات حوالے کے ساتھ کہی''۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ چیز میں نے شبلی اسکول سے سیکھی ہے۔ میں نے زمانۂ طالب علمی میں علامہ شبلی کی تمام کتابوں کا مطالعہ کیا تھا، حتیٰ کہ شعر العجم، الغزالی، الکلام اور علم الکلام کا بھی۔ علامہ شبلی کا تذکرہ آیا تو مولانا نے فرمایا کہ شبلی کی الغزالی پڑھنے کے بعد ان کے شاگرد رشید مولانا عبدالسلام ندوی کی کتاب 'امام رازی' کا مطالعہ کیا تو اندازہ ہوا کہ اس میں علم وتحقیق کی زیادہ گہرائی پائی جاتی ہے۔ اس طرح کے بے شمار موضوعات پر محترم امیر جماعت سے وقتاً فوقتاً تبادلۂ خیال ہوتا رہا۔ افسوس کہ میں انہیں ضبط تحریر میں نہ لا سکا۔ ●●

تمہاری تہذیب تمہارے ہی خنجر سے خودکشی کرے گی...

خلیل احمد خلش، مرادآباد

لوگ کہتے ہیں دنیا میں جاہی ان پڑھ نادانوں کی وجہ سے آرہی ہے۔ نہیں! واقعہ یہ ہے کہ دنیا تباہی کی طرف آج کے اعلیٰ تعلیم یافتہ ''داناؤں'' کی دانائی کی وجہ سے جارہی ہے۔ سوال یہ ہے کہ تعلیم کے بڑھتے رجحان کے باوجود سماجی سطح پر منفی اثرات کیوں پھیل رہے ہیں؟ اس کا سیدھا سا جواب ہے ہماری آج کی صحافت بالخصوص الیکٹرانک میڈیا کی کرشمہ سازیاں، ٹی وی چینلوں کے ذریعے ذہنوں کی بربادیاں، یہ آج کے ٹی وی چینل کیا گل کھلا رہے ہیں، اس کی بدترین مثالیں آرہی ہیں جو یہ بتا رہی ہیں کہ ہمارا ہندوستانی معاشرہ ''نہ رائزنگ انڈیا'' کا منظر پیش کر رہا ہے نہ ''شائنگ انڈیا'' کا بلکہ یہ ''برننگ انڈیا'' کے ہولناک منظر پیش کر رہا ہے۔ یہ کھلی آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ آج ہر چیز کمرشیل ہوگئی ہے۔ ہماری سرکاروں کی اونچی اونچی کرسیوں پر براجمان لوگ ''کردار سازی'' اور ''اخلاق سازی'' کی باتیں کرنے والے سرکاری دانشوروں اور ماہرین تعلیم، ماہرین نفسیات اور ماہرین جنسیات کی غیرت انسانی بھی جانے کہاں کھوگئی ہے۔ علم والے مہذب سماج اور انصاف پر مبنی بے خوف سماج کے سپنے دیکھے اور دکھا رہے ہیں اور فلم والے اپنے عمل سے بار بار یہ جتا رہے ہیں کہ ہم تو وہی پیش کر رہے ہیں جو ہمارا سماج ہم سے چاہتا ہے، گویا ہمارا سماج تفریح کے نام پر ایکشن، تشدد، سنسنی خیزی، بے شرمی، عریانیت اور حیا سوزی چاہتا ہے؟ آخر یہ کیسی مجبوری ہے یا مصلحت کوشی ہے کہ سبھی اپنی اپنی مجبوریوں سے مجبور ہیں اور دنیا اسی جانب جارہی ہے۔ جہاں سے تباہی آرہی ہے۔ لہٰذا کچھ ٹی وی چینل والے بھی خبروں کے نام پر اخلاقی اقدار کی قبریں کھود رہے ہیں۔ سبھی معاشیات کی اندھی دوڑ میں انسانیت کی اعلیٰ اقدار کو پیروں تلے روندتے ہوئے دوڑے چلے جارہے ہیں۔ یعنی سنسنی خیزی، تشدد یا دہشت گردی کی کوئی بھی خبر ہاتھ لگی بس شروع ہوگیا۔ کاروباری اور سیاسی شعبدے بازی کا نفرت انگیز گیم، ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کا تماشہ۔ اب چاہے اخلاقی اقدار کا جنازہ نکلے یا سماج جائے بھاڑ میں بس اپنا کاروبار چلتا رہنا چاہیے۔

اب ان ٹی وی چینلوں کے ذریعے بچوں اور نوجوانوں کی کس طرح ''ذہن سازی'' کی جارہی ہے، یہ انہیں ''کس'' جدید بھارت'' کی طرف لے جارہی ہے اس طرف حکومتوں میں بیٹھی ہوئی ذمہ دار اور سنجیدہ وفہمیدہ ہستیوں کی بھی توجہ نہیں جارہی ہے۔ یہ سبھی کو معلوم ہے کہ آج ٹی وی بچوں اور نوجوانوں کا سب سے بڑا استاد ہے۔ یہ تعلیم کا سب سے مؤثر ترین وسیلہ ہے۔ اب اس کا کام تعمیر وتخلیق کے بجائے تخریب کاری رہ گیا ہے اور ہمارا قومی ضمیر اس قدر مردہ ہوگیا ہے کہ ہم یہ سب کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی بھولے نادان بنے ہوئے ہیں، شیطانوں کی شیطانی دیکھ رہے ہیں پھر بھی انجان بنے ہوئے ہیں اور وہ سرکاری دانشور بھی جو اپنی دھواں دھار تقریروں میں منہ سے جھاگ اڑاتے ہوئے فرقہ وارانہ منافرت اور دہشت گردی کو جڑ سے مٹانے کی بات کرتے ہیں، فرقہ پرستوں کو کنارے لگانے کی بات کرتے ہیں وہ بھی کہیں کھوگئے ہیں۔ ان کے ضمیر سوگئے ہیں۔

یہ ٹی وی چینل زبان اور تہذیب کو کس طرح بگاڑ رہے ہیں؟ کس کس طرح دہشت گردی کی وارداتوں کے ''کھلاسے'' (خلاصے اصل انکشاف) کر رہے ہیں۔ اس کی ایک سے بڑھ کر ایک ہولناک مثالیں سامنے آرہی ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ سارے ٹی وی چینل یہ حرکتیں کر رہے ہیں لیکن جو ایسا کر رہے ہیں وہ ملک وقوم کے ساتھ غداری کر رہے ہیں۔ وہ ملک کی اعلیٰ انسانی اقدار اور گنگا جمنی تہذیب کے بھی دشمن ہیں۔ ملک کے نونہالوں کے ذہنوں میں نفرت کا زہر بھرنے والے ان نفرت کے سوداگروں کی حرکتوں پر قدغن لگنا چاہیے۔

میڈیا چاہے پرنٹ ہو یا الیکٹرانک اس کا کام ظالموں کے چہرے سماج کو دکھانا اور مظلوموں کو انصاف دلانے میں مدد کرنا ہے۔ اس کا کام آگ لگانا نہیں آگ بجھانا ہے لیکن کچھ ٹی وی چینل آگ مزید بھڑکانے کا کام کر رہے ہیں۔ عید میلادالنبیؐ کے موقع پر کولمبو میں جو آگ لگی، جس نے لگائی اس سے قطع نظر یہ بات اہم ہے کہ ہمارے ٹی وی چینلوں نے اس موقع پر کون سا منصفانہ کردار پیش کیا؟ کیا ان کا رویہ ایسا ہی تھا جو انھوں نے ممبئی اور لاہور کے بم دھماکوں کے سلسلے میں اختیار کیا تھا؟ کیا انھوں نے ایل ٹی ٹی ای کی اسی طرح مذمت کی جیسی وہ اپنے بار بار کے ہزار بار کے ''کھلاسوں'' میں لشکر طیبہ یا جیش محمد کے سلسلے میں کرتے رہتے ہیں؟ انصاف کی بات تو یہ ہے کہ دہشت گرد چاہے کوئی بھی ہو، مسلم ہو یا غیرمسلم، جس خطے، جس مذہب، جس قوم کا ہو اس کی مذمت صدق دلی سے کھل کر کرنی چاہیے۔ یہ کیا کہ کسی ایک فرقے کو نشانہ بنا کر اور بازاری زبان استعمال کر کے کاروبار بڑھایا جائے اور بچوں اور جوانوں کے ذہنوں میں نفرت کا زہر بھر کر قوم کو گمراہ کیا جائے۔ کیا اس مسئلے پر اب بھی توجہ دینے کی ضرورت نہیں ہے؟ اس سلسلے میں ذمہ دار لوگوں سے عرض ہے کہ اگر اب بھی اس طرف توجہ نہیں دی گئی تو یاد رکھو تمہاری اولادیں بھی اس ''برننگ انڈیا'' سے محفوظ نہیں رہیں گی جس کا تصور ہی لرزہ خیز ہے۔ ●●

طب وصحت

طب یونانی اور اس کا طریقۂ علاج

حکیم ارشاد عالم، دربھنگہ

قدیم عالمی تہذیب وتمدن اور علم وفنون کی ترقی میں یونان کا کردار اہم رہا ہے۔ قبل مسیح تک یونان علم ودانش کا مرکز رہا اور یہاں کے فلسفی اپنی تحقیقات وایجادات کی وجہ سے دنیا پر چھائے رہے۔ اس دور میں دیگر علوم وفنون کے علاوہ طب کا بھی کافی فروغ ہوا۔ مشہور یونانی فلسفی بقراط (۳۷۷۔۴۶۰ ق م) جس کو دنیا آج تک Hippocrates کے نام سے جانتی ہے۔ اس نے طب میں ایسی تحقیقات پیش کیں کہ یہ علم ایک جدید فن کی حیثیت سے دنیا میں متعارف ہوا۔ اس سے قبل علم طب مذہبی عقائد ورسومات سحر اور جادو ٹونا جیسے توہمات تک محدود تھا۔ لیکن بقراط نے علم طب پر فکر وتحقیق کی اور اپنے تجربات و مشاہدات کی روشنی میں طب سے متعلق کچھ بنیادی نظریات قائم کئے۔ حقیقی علم، منطق، فلسفہ، علم کیمیا وطبعیات کی روشنی میں انسانی جسم کی ساخت، حرکت وافعال، صحت ومرض اور اس کے اسباب اور اصول علاج پر کافی بحث کی اور اس کے لئے کچھ اصول ونظریات پیش کئے۔

علم طب میں بقراط کے نظریات کو اولاً بقراطی طب (Hippocratec Medicine) کا نام دیا گیا لیکن بعد کے یونانی اور غیر یونانی اطباء وفلاسفہ نے بقراطی طب میں مزید تحقیقات کیں اور اس میں اضافے کئے۔ اس طرح بقراطی طب نے وسعت حاصل کی اور اس کا دائرہ بھی بڑھا اور ''یونانی طب'' (Greek Medicine) کے نام سے شہرت حاصل کی۔ چونکہ بقراط اس طب کا موجد تھا اس لئے ''بابائے طب'' کے لقب سے مشہور ہوا۔ یونان کے بعد یہ طریقۂ علاج مصر میں بھی مقبول ہوا۔ جب اللہ تعالیٰ نے عربوں کو علم وہنر کی دولت سے سرفراز کیا تو عربوں نے دیگر علوم کے ساتھ علم طب سے بھی استفادہ کیا اور اس فن کو کافی فروغ دیا۔ عرب اطباء نے سب سے پہلے ان تمام قدیم یونانی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا اور اس علم کو ضائع ہونے سے محفوظ کرلیا۔ طب یونانی پر عربوں کا یہ بڑا احسان ہے۔ عرب کے جن اطباء نے اس عظیم کام کو انجام دیا ان میں ابویوسف یعقوب بن اسحاق کندی (۷۳۷۔۸۳۰ء)، حنین بن اسحاق (۸۱۵۔۸۸۵ء)، اسحاق بن حنین (۸۲۸۔۹۱۱ء)، ثابت بن قرۃ (۸۳۶۔۹۰۳ء) وغیرہ کے نام کافی اہم ہیں۔

یونانی طریقۂ علاج تیرہویں صدی عیسوی میں ہندوستان میں رائج ہوا اور ابتداء میں اس کی تعلیم عربی زبان ہی میں ہوتی تھی۔ جب ہندوستان میں فارسی زبان کو فروغ حاصل ہوا تو طب یونانی عربی زبان سے فارسی زبان میں منتقل ہونی شروع ہوئی۔ اس کام کو جن ہندوستانی اطباء نے انجام دیا اور علم طب کی اہم کتابوں کا عربی زبان سے فارسی زبان میں ترجمہ کیا ان میں ابوبکر بن عثمان اسفر کاسانی، شریف خاں (۱۷۲۵۔۱۸۰۷ء)، حکیم اعظم خاں (۱۸۱۳۔۱۹۰۲ء) وغیرہ کے نام اہم ہیں۔ اٹھارہویں صدی عیسوی میں جب ہندوستان میں فارسی کے مقابلے میں اردو زبان کو عوام میں مقبولیت حاصل ہوئی اور علمی زبان کا درجہ اختیار کیا تو طب یونانی کی کتابیں فارسی زبان سے اردو میں منتقل ہونی شروع ہوگئیں اور اس کثرت سے اردو میں طبی کتابیں تصنیف کی گئیں کہ وہ تعداد کے لحاظ سے کسی طرح عربی یا فارسی سے کم نہیں رہیں۔ جن اطباء اور حکماء نے علم طب کی کتابوں کو عربی اور فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا ان میں حکیم مولوی سید غلام حسین کنتوری (۱۸۲۹۔۱۹۱۸ء)، حکیم مرزا محمد مہدی، حکیم محمد ایوب اسرائیلی، حکیم محمد حسین صدیقی، حکیم سید محمد باقی سونی پتی، حکیم ہادی حسین خاں، حکیم عبدالغنی رمضان پوری اور حکیم کبیر الدین بہاری (۱۸۹۶۔۱۹۷۶ء) وغیرہ کے نام اہم ہیں۔ ان تمام اطباء کرام کے علاوہ طب یونانی کے ذخیرے کو اردو زبان میں منتقل کرنے کا ایک اہم کام سنٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن نے کیا ہے جو آج بھی جاری ہے۔ بحمد اللہ آج یہ طریقۂ علاج پورے برصغیر میں زندہ اور اردو زبان میں مقبول ہے۔ وہ مسیح الملک حکیم اجمل خاں (۱۸۶۴۔۱۹۲۷ء) جن کو یونانی طب کی نشاۃ ثانیہ کی تحریک کا روح رواں سمجھا جاتا ہے کی طبی کاوش کا ہی نتیجہ ہے۔ علم طب اور اس کے طریقۂ علاج کا یہ طویل اور دلچسپ سفر اپنے لسانی قالب تو تبدیل کرتا رہا لیکن اپنے مولود ومسکن سے کبھی غافل نہیں رہا۔ آج اس کی شناخت طب یونانی کے نام سے باقی ہے اور سب یونانی طریقۂ علاج کے نام سے جانتے ہیں۔ ہمارے اسلاف کی یہ وسعت قلبی تھی کہ یورپ کی طرح ہمارے اسلامی مفکر اور سائنسدانوں کے نام اور کام کو مسخ کرنے کے بجائے ملک کے نام کو باقی رکھا اور اس کو اپنی طرف منسوب نہیں کیا۔

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

دوسرے طریقۂ علاج کی طرح یونانی طریقۂ علاج کے بھی کچھ بنیادی اصول و نظریات ہیں جن پر اس طریقۂ علاج کا انحصار ہے۔ اس کے طریقۂ علاج اور بنیادی نظریات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:
(۱) بابائے طب بقراط کے بنیادی نظریات
(۲) طب یونانی کے دیگر بنیادی نظریات۔

(۱) بابائے طب بقراط کے بنیادی نظریات:

بقراط کے کچھ اہم نظریات جو آج بھی رائج ومتداول ہیں:

نظریہ تولید ثلاثہ:

بقراط کا نظریہ تھا کہ کائنات میں تین طرح کے مادے پائے جاتے ہیں۔ جامد، سیال اور ریحی، چنانچہ جسم انسانی بھی انہیں تین مادوں پر مشتمل ہے۔ انھوں نے بدن کے جامد مادوں کو اعضاء کا نام دیا، سیال مادوں کو اخلاط اور ریحی مادوں کو بدنی بخارات سے تعبیر کیا۔

نظریہ اخلاط:

اس نظریے کو سب سے پہلے بقراط نے ہی پیش کیا۔ اس نظریہ کے مطابق بدن میں اخلاط (رطوبت) کی اکثریت ہے اور اخلاط چار طرح کے خلطوں کا مجموعہ ہے۔ اس نے خلطوں کو رنگ کے اعتبار سے تقسیم کیا: (الف) سرخ رطوبت جس کو خون کہتے ہیں۔ (ب) سفید رطوبت جس کو بلغم کہتے ہیں۔ (ج) زرد رطوبت جس کو صفراء کہتے ہیں۔ (د) سیاہ رطوبت جس کو سوداء کہتے ہیں۔

اس کے ساتھ بقراط نے یہ بھی بتایا کہ جب یہ چاروں خلطیں باعتبار کمیت اور باعتبار کیفیت طبعی تناسب میں رہتی ہیں تو بدنی حالات (صحت) بھی طبعی رہتے ہیں۔ یعنی صحت قائم رہتی ہے اور جب یہ طبعی تناسب کسی وجہ سے بگڑ جاتا ہے تو صحت بھی اعتدال سے ہٹ جاتی ہے تو انسان مرض میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ بقراط کے نظریہ اخلاط کو ڈاکٹر جان مٹلر اسکاٹ لینڈی نے کتاب ''انیس المشرحین'' میں اس طرح پیش کیا ہے: ''بدن انسان ایسی چیزوں سے مرکب ہے جو جامد ہے، سیال ہے، ارواح کی طرح ہوائی ہے اور ایسے اجزاء سے مرکب ہیں جو گھرے ہوئے ہیں''۔ (اصول طب، از حکیم کمال الدین حسین ہمدانی، ص ۵۷)

نظریہ طبیعت:

بقراط کا کہنا ہے کہ جسم میں قدرتی طور پر ایک طاقت پائی جاتی ہے جس کا کام صحت کی حفاظت اور مرض سے جسم کی مدافعت ہے۔ چنانچہ اگر یہ طاقت قوی ہے تو صحت قائم رہتی ہے۔ اگر یہ طاقت کمزور پڑ جائے تو صحت جلد متاثر ہوجاتی ہے اور شفاء بھی دیر سے حاصل ہوتی ہے۔ اس طاقت کو اس نے طبیعت (Physic) کا نام دیا ہے اور کہتا ہے کہ دراصل طبیعت ہی اصل جسم کی محافظ اور معالج ہے۔ طبیب تو صرف خادم طبیعت ہے۔

حکمائے قدیم ہی نہیں بلکہ یورپ کے جدید طبی ماہرین نے بھی طبیعت کو تسلیم کیا ہے۔ طبیعت کا ترجمہ Physic کیا گیا اور اسی لفظ سے Physiology اور Physician وغیرہ اصطلاحیں وضع ہوئی ہیں۔ نظریہ طبیعت کے مدید ایک جدید ڈاکٹر اور فلاسفر ویلفریڈ نے بقراط کے اس نظریہ کی تائید میں یوں رقم طراز ہیں: ''یونانی حکیم بقراط کے اس اصول پر میرا ایمان ہے کہ فطرت (طبیعت) ساری بیماریوں کی معالج ہے ہم خواہ کچھ کیوں نہ کریں حالات ہمیشہ آخر میں فطرت کے سہارے کے لئے مجبور ہوتے ہیں۔ ہم جس قدر فطری طریقے استعمال کرتے ہیں فطرت اسی قدر ہماری مدد کرتی ہے''۔ (ایضاً صفحہ ۴۲) اس نظریہ کو ڈاکٹر لائل شیر اللہ نے ان الفاظ میں پیش کیا ہے: ''کبھی کوئی ڈاکٹر اچھا نہیں کرتا وہ جو کچھ بھی کرتا ہے صرف اتنا کہ مریض کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ خود کو ان حالات میں ڈھال دے جہاں فطرت اس کے علاج میں خود معاون ہوجائے'' (ایضاً)

طب یونانی کے دیگر بنیادی نظریات:

مذکورہ بالا اہم طبی نظریات جن پر طب کی بنیاد آج بھی قائم ہے۔ اس کے علاوہ اور دیگر نظریات بھی ہیں جو کافی اہمیت کے حامل ہیں۔ وہ یہ ہیں:

نظریہ امور طبعیہ:

طب یونانی میں بنیادی اصول کے تحت انسانی جسم کی ساخت اور افعال سے بحث کی جاتی ہے۔ اس کا نظریہ ہے کہ بدن کی ساخت اور افعال وخواص سات چیزوں پر منحصر ہے، وہ یہ ہیں: (۱) ارکان، (۲) مزاج، (۳) اخلاط (۴) اعضاء (۵) ارواح (۶) قویٰ (۷) افعال۔ انہی چیزوں کو امور طبعیہ میں شامل کیا گیا ہے۔ اگر ان میں سے ایک بھی ختم ہوجائے تو انسان کا وجود باقی نہیں رہے گا۔

نظریہ اسباب ستہ ضروریہ:

اسباب صحت ومرض کے تحت یہ بہت اہم نظریہ ہے، چونکہ اس میں چھ ضروری اسباب کا ذکر ہے اسی واسطے اس کو اسباب ستہ ضروریہ کہتے ہیں جس کی طبعی اور غیر طبعی خصوصیات بالواسطہ اور بلاواسطہ صحت اور مرض کا سبب بنتی ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی ایک سبب بھی غیر طبعی حالت میں پہنچ جائے تو انسانی صحت کا متاثر ہونا لازمی ہے۔ وہ چھ اسباب یہ ہیں: (۱) ہوا (۲) ماکولات و مشروبات (۳) حرکت وسکون بدنی (۴) حرکت وسکون نفسانی (۵) نوم ویقظہ (۶) استفراغ واحتباس۔

ان چھ اسباب کا انسانی جسم میں اعتدال پر ہونا ضروری ہے ورنہ انسانی جسم مختلف امراض کا گہوارہ بن جاتا ہے اور انسان کی زندگی

باقی صفحہ ۵ پر

POSTED ON 8 APRIL 2009 AT DELHI R.M.S. LICENCE NO. U (D.N.)- 41 / 2009 - 11 TO POST WITHOUT PRE PAYMENT PAGES-8.

۱۰/اپریل ۲۰۰۹ء

TELEGRAM : ADDAWAH NEW DELHI-110025
PHONES: Editor: 26958816, Manager: 26949539, Fax:26958816
E-mail:- dawattrust@yahoo.co.in , dawaturdu@indiatimes.com

DAWAT SEHROZA
NEW DELHI-110025

R.N.I. No.522/57
POSTAL REGISTRATION No.
DL (S) - 05 / 3128 / 2009-2011 & DL (S) - 05 / 3266 / 2006-08 (Foreign Post)

جہد و عزیمت کا پیکر۔ امام ابن تیمیہ

شگفتہ احرار فلاحی، جامعۃ الفلاح

تاتاریوں کے حملے کا آغاز تو ساتویں صدی ہجری کے وسط سے ہوا جب انھوں نے ہلاکو خاں کی سرکردگی میں بغداد پر دھاوا بولا اور مرکز خلافت کو تباہ کر کے رکھ دیا، لیکن تاتاری ساتویں صدی ہجری ہی سے مسلمانوں کی مرکزی قوت سے متصادم ہوتے چلے آرہے ہیں۔ ان کا سیلاب ممالک اسلامیہ میں پھیل رہا تھا۔ تاتاری جہاں بھی جاتے لاشوں کے مینار کھڑے کر دیتے، وہ دمشق اور سواحل شام پر قبضہ کرنے کے بعد مصر کی طرف بڑھے، فلسطین کے مضافات میں عین الجالوت کے مقام پر انہیں شکست فاش ہوئی۔

اس نازک اور پرفتن دور میں ایک عظیم ہستی جسے امام ابن تیمیہؒ کے نام سے جانا جاتا ہے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑی ہوگئی۔ اس نے کمربستہ ہو کر دشمن کا مقابلہ کیا جو کہ علم وفضل کا بحر بیکراں، سیف وقلم کا دھنی، سراپا مجسم ،تقویٰ کا پیکر، امراض نفس کا حکیم، حاذق، محی الدین اتنا عظیم اور صاحب کمال کہ بڑے بڑے ہم عصر اس کی عظمت اور کمال کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ اسلام کے اس عظیم فرزند نے گمراہیوں کا قلع قمع کرنے اور دعوت دین کو پھیلانے میں اتنا عظیم کارنامہ انجام دیا کہ امت تا قیامت اس پر اپنا سر فخر و غرور بلند کیا کرے گی۔ ضروری ہے کہ اس ذات گرامی کی زندگی کے واقعات کی یادیں تازہ کرتے رہیں۔ آپ کے والد شہاب الدین عبدالحلیم ابن تیمیہ متجر عالم محدث فقیہ تھے۔ آپ کا پورا نام تقی الدین احمد ابن تیمیہ تھا جنھیں ان کی زندگی میں ہی شیخ الاسلام اور امام کا لقب ملا۔

امام صاحب کا خاندان شمالی عراق کے تاریخی شہر ”حران“ سے آیا تھا جہاں بہت سے علماء وفضلاء، اصحاب زہد اور ارباب کمال پائے جاتے تھے۔ جن کی تعداد ستر سے اوپر پہنچ رہی تھی مگر ان میں کوئی صاحب عزم اور صاحب فکر وعمل نہیں تھا سوائے آپ کے، انہیں چشم فلک نے آٹھوں پہر ایک مسلسل جہاد میں مصروف دیکھا، کبھی ملحدانہ افکار کے اس امنڈتے ہوئے سیلاب پر بند لگانے کی فکر تو کبھی شرک و بدعت اور کفر و باطل کی تردید میں قلم کے ذریعے مسلسل جدوجہد جس کے لئے دن کا چین اور راتوں کی نیند اپنے اوپر تج دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلم کی طرح آپ کی زبان میں بھی جادو بیانی اور سحر انگیزی بخشی تھی۔ ان کی زندگی بہت ہی ہنگامہ خیز رہی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے زبان وقلم میں بڑی تاثیر دے رکھی تھی اس لئے دونوں سے کام لے کر مسلمانوں کو ان کے خواب غفلت سے جگانا شروع کر دیا اور جب اس سے بڑھ کر تیر وتلوار سے خدا کے راستے میں جہاد کا موقع نصیب ہوا تو اس وقت بھی انھوں نے سپاہیانہ جوہر دکھائے۔

۲۳ برس کی عمر میں والد کے انتقال پر ان کی مسند علم وارث پر جلوہ افروز ہو گئے اور پہلا درس قرآن دیا، پھر وقت کے ساتھ ساتھ ان کے علم کو جلا ملتی گئی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب تاتاری قہر الٰہی بن کر اسلام پر ٹوٹ پڑے تھے اس وقت امام صاحب سات برس کے تھے۔

اس کی خونیں لہریں ان کے وطن کی طرف بڑھیں اور لوگ اپنی جانیں بچانے کے لئے محفوظ علاقوں میں منتقل ہونے لگے۔ شیخ بھی اپنے سب سے قیمتی سرمایہ کتابیں اور مع اہل و عیال شام کی طرف چل کھڑے ہوئے آخر کار شیخ کی عزیمت ساری مشکلات پر غالب آگئی اور یہ قافلہ دمشق پہنچنے میں کامیاب ہوگیا جو شہر صدیوں سے علم کا گہوارہ بنا ہوا تھا۔ تیمیہؒ کا خاندان بھی اپنے بے پناہ حافظہ کی وجہ سے مشہور تھا خاص طور سے سرعت حفظ میں امام صاحب کے مثل کوئی نہ تھا۔ یہ بے مثل حافظہ امام صاحب کی علمی ودعوتی زندگی میں زیادہ رفیق رہا۔

آپ اپنے خطبات وارشادات سے تاتاریوں کا خوف دلوں سے زائل کرنے اور انہیں ممالک اسلامیہ کے تحفظ و دفاع پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ ۶۹۹ء میں ہلاکو خاں کے پوتے (قازان) نے جو مسلمان ہوگیا تھا شام پر حملہ کر دیا۔ تو امام ابن تیمیہؒ نے اپنے ساتھیوں سمیت زبردست مقابلہ کیا۔ آخر کار تاتاری شکست سے دوچار ہوئے۔ انھوں نے شہر خالی کر دیا۔ لیکن پھر تھوڑے دنوں کے بعد انھوں نے اپنے لشکر، سازوسامان اور جمعیت کے ساتھ اپنی قوت کو اور زیادہ مضبوط کیا اور دوبارہ حملہ کر دیا۔ امام ابن تیمیہ معزز شہریوں کا ایک وفد لے کر اس کے پاس جاتے ہیں اور مسلمانوں پر کئے گئے مظالم کی مذمت نہایت دلیری کے ساتھ اور بے خوف ہوکر کرتے ہیں۔ پھر اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے اور نبیؐ کے ارشادات بیان کرتے ہیں۔ ”قازان“ کے دل میں جو دمشق پر قابض ہو جاتا ہے، امام کی نصیحت گھر کر جاتی ہے اور بے اختیار پکار اٹھتا ہے میں مسلمان ہوں اور میں مسلمانوں کے ساتھ وہ سلوک نہیں کروں گا جو کافروں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس وقت اس کے پاس جو قیدی ہوتے ہیں سبھی کو رہا کرنے کا حکم دے دیتا ہے۔

ابن تیمیہؒ کے دل ودماغ کو حق تعالیٰ نے ایسی بے قراری اور جذبۂ سیمابی بخشا کہ آپ کی زندگی کو سراپا تگ ودو اور پیہم کوشش اور مسلسل جہاد میں بدل ڈالا۔ انھوں نے عقیدۂ توحید کی تجدید اور مشرکانہ رسوم کا ابطال کیا۔ یونانی علوم وفلسفہ پر مبنی علم کلام پر بھرپور تنقید کی اور کتاب وسنت کی تعلیمات کی برتری کو دلائل سے ثابت کر دیا۔ آخر کار امام ابن تیمیہؒ، ان کے بھائی زین الدین عبدالرحمٰن ابن تیمیہ، ان کے مایۂ افتخار شاگرد حافظ ابن قیمؒ کو قلعے میں محبوس کر دیا گیا۔ ان کا جرم یہ تھا کہ وہ باطل کے ساتھ مداہنت نہیں برتتے تھے۔ علمائے سوء اور نام نہاد مشائخ کی غلط کاریوں کی ہاں میں ہاں نہیں ملاتے تھے۔ دین مبین پر جو ہوا و ہوس پردے ڈال دیتی انہیں چاک کرتے تھے، اسلام کے صاف وشفاف چشموں کو کدورتوں سے پاک وصاف رکھتے تھے۔

حرص وہوس کے پجاریوں نے جو کچھ اس مرد مومن کے ساتھ کیا اس کی وجہ سے وہ قلعۂ دمشق کے زنداں میں زندگی کے دن کاٹ رہے تھے۔ امام صاحب اور ان کے ساتھی کو قید میں لکھنے پڑھنے کی سہولتیں میسر تھیں جس سے وہ معاندین کے غلط پروپیگنڈے کا مقابلہ کرتے تھے۔ اس طرح زنداں میں محبوس رہنے کے باوجود انھوں نے اپنے مشن کو جاری وساری رکھا۔ آخر کار امام کا حریف یہ فرمان جاری کرانے میں کامیاب ہوگیا کہ ان کے لکھنے پڑھنے کا سامان ضبط کر لیا جائے چنانچہ حکم کی تعمیل میں قلم، کاغذات، مسودات، کتابیں سب ضبط کر لیں لیکن دمشق کے قاضی اور فقہاء امام کے کاغذات اور مسودات اٹھالے گئے۔ امام اس بے بس انسان کی طرح سارے منظر کا تماشہ دیکھ رہے ہیں جو طوق وسلاسل میں جکڑا ہوا ہو اور خونخوار بھیڑیے اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے جگر گوشوں کو اُچک لے جائیں۔ چنانچہ انہوں نے زنداں کے آلام ومصائب اور معاندین کی عداوتوں کو کمال جرأت وحوصلہ کے ساتھ برداشت کیا اور قید خانے کی دیوار پر کوئلے سے اپنے مجروح دل کے جذبات واحساسات کا اظہار ان الفاظ میں بیان کیا۔ مجھے فی الواقع کوئی سزا دی گئی تو وہ یہی ہے۔ اس کے بعد سے آپ نے اپنی زندگی کے شب وروز تلاوت قرآن پاک اور اپنے رب کے حضور رکوع وسجود میں گزار لے۔ ایسے حالات میں بھی انہوں نے صبر واستقلال کا مظاہرہ کیا اور ہشاش بشاش اور مطمئن رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو سکینت وطمانیت کی دولت سے مالا مال کر دیا جس سے ان کے ساتھیوں کو بھی اطمینان قلب نصیب ہوا۔ امام صاحب علیہ الرحمہ ان مصائب وآلام کو اپنے لئے بلند درجات اور ایک بڑی کامیابی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ”میری جنت میرے دل میں ہے اور میرا دماغ میرے سینے میں ہے۔ میں جہاں بھی جاؤں گا وہ میرے ساتھ رہیں گے۔ میری قید میرے لئے گوشۂ تنہائی ہے۔ میرا قتل میری شہادت ہے، میری جلاوطنی میری سیاحت ہے۔“ اور یہ بھی فرمایا ”دنیا بھی ایک جنت ہے جو اس میں داخل نہیں ہوگا وہ آخرت کی جنت میں بھی داخل نہیں ہوگا“۔ مزید فرمایا ”قیدی تو وہ ہے جس کا دل اس کے پروردگار سے بند ہو جائے اور مقید وہ ہے جس کو خواہشات نفسانی گھیر لیں۔“ امام صاحب کو زنداں کی گوشۂ تنہائی میں قرآن کریم کے بحر ذخائر میں غوطہ زن ہونے کا موقع ملا تو بے اختیار پکار اٹھے کہ مجھ پر یہاں جتنے حقائق ونکات آشکارہ ہوئے ہیں اتنے

باقی صفحہ ۶ پر

”جس نے دین میں کسی ایسی چیز کا اضافہ کیا جو اس میں نہیں تھی وہ ناقابل قبول ہے۔“ (بخاری ومسلم)

UNIQUE CREATIONS
Specialist in Unipole & Structure Hordings
#4, Building No.29/35, 1st Main, Opp. Masjid-e-Husna,
S.R.K. Garden, Jayanagar East, Bangalore-41
E-mail: uniquecreations2008@gmail.com

مئو کا بنا تیز اثر دار افضلس نورانی تیل

لیبل وکیپ پر AFZALS
اور MAU CITY دیکھ کر خریدیں
بدن کے ہر قسم کے درد، زخم، چوٹ ورم، سردی کے امراض نیز بچوں کی بہت سی بیماریوں مثلاً حلقہ، خناق، کھانسی، نزلہ، وزکام وغیرہ میں مجرب ومفید ہے

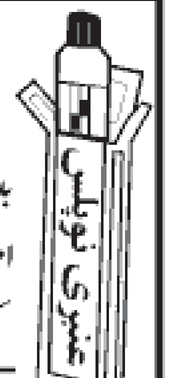

INDIAN CHEMICAL CO. NEW CHEMICAL CO.
Mau Nath Bhanjan-Mau-275101 (U.P.)

عالم اسلام کے نامور مفکر مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرۂ آفاق اور ہر دل عزیز تفسیر تفہیم القرآن کی تلخیص

تلخیص تفہیم القرآن

کا جدید ایڈیشن، نئے سائز: ۲۰×۳۰/۸ میں، نئی تدوین، نئی کمپوزنگ اور بائبل پیپر پر معیاری طباعت کے ساتھ اردو اور ہندی دونوں زبانوں میں۔

۲ جلدوں میں

صاف اور روشن متن، ترجمے اور حواشی کے تمام حروف صاف، واضح، یکساں اور متن کے نیچے ہی ترجمے کو مکمل کرنے کا حتی الامکان اہتمام، تاکہ بہ سہولت استفادہ کیا جاسکے۔

تلخیص کار: مولانا صدرالدین اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ایڈیشن	● جلد اول: صفحات: ۱۱۶۰ ● ہدیہ: Rs.350/- ● جلد دوم: صفحات: ۱۱۵۲ ● ہدیہ: Rs.350/-
ہندی ایڈیشن	● جلد اول: صفحات: ۱۴۸۰ ● ہدیہ: Rs.430/- ● جلد دوم: صفحات: ۱۰۹۲ ● ہدیہ: Rs.400/-

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز

P.O. Box No. 9752, Jamia Nagar, New Delhi-110025
Ph: 26954341, 26971652, 26946447(D) Fax : 26947858
E-mail: mmipublishers@gmail.com. Website: www. mmipublishers.net

بقیہ: اسلام وحدت انسانی کا درس دیتا ہے

رہے اور جو کوئی نافرمانی کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی تو وہ کھلے طور پر گمراہی میں جا پڑا۔“

مذکورہ بالا نصوص قرآنی اور ارشادات رسول سے یہ بات آئینہ کی طرح صاف ہو جاتی ہے کہ خود کو قرآن وسنت کے سپرد کئے بغیر بیمار اُمت مسلمہ شفایاب نہیں ہوسکتی۔ اس کا واحد علاج ادخلو فی السلم کافۃ (اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ) میں ہی مضمر ہے۔ دین حق کے علاوہ دنیا کا کوئی مفاد، کوئی تعلق، کوئی اشتراک اور کوئی رشتہ ایسا نہیں ہے جو ہر قسم کے فرق وامتیاز اور اتحاد کی راہ میں رکاوٹ بننے والی تمام جاہلی عصبیات کو مٹا کر اتحاد بین المسلمین کا باعث بن سکے اور ان میں باہمی اخوت ومحبت اور ایثار وقربانی کا جذبہ پھروان چڑھا سکے۔ قرآن اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور تعلیمات پر پورے خلوص اور عزم مصمم کے ساتھ عمل کر کے ہی امت مسلمہ تمام بیماریوں سے شفایاب ہو کر اپنے فرض منصبی یعنی اقامت دین کو ادا کرنے اور شہادت علی الناس کا فریضہ ادا کرنے کی اہل ہوسکے گی۔ وہ امت خیر بن کر تمام نوع انسانیت پر رحمت اور برکت کا ابر بن کر سایہ فگن ہوگی۔ مساوات اور احترام انسانی کا آفتاب پھر طلوع ہوگا۔ ان میں جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہوگا وہی سب سے اشرف اور افضل قرار پائے گا اور رذالت اور خواری کا مستحق صرف اور صرف توحید، رسالت اور آخرت کا منکر ہوگا۔ اس کے علاوہ دوسرا کوئی معیار اشراف اور ارذال کی سند کے لئے نہیں ہوگا اور نہ ہی ہوسکتا ہے۔

●●

دعوت

پرنٹر، پبلشر خلیل احمد نے دعوت ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کی جانب سے ایانین آرٹ پرنٹرز قاسم جان اسٹریٹ بلیماران دہلی ۱۱۰۰۰۶ میں برائے دعوت آفسیٹ پرنٹرز چھپوا کر دفتر ”دعوت“ ڈی ۳/۱۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا۔

ایڈیٹر: پرواز رحمانی

اسسٹنٹ ایڈیٹر: شفیق الرحمٰن

سب ایڈیٹرس: محمد صبغۃ اللہ ندوی، عقیدت اللہ قاسمی، عمیر کوثی ندوی، اشرف علی بستوی

جموں وکشمیر یتیم خانہ سری نگر

ایک تعارف

یہ ادارہ ★ دو ہوسٹل چلاتا ہے جن میں چار سو یتیم بچے رہتے ہیں ★ یتیموں کے لئے ایک چیریٹیبل ہائر سکنڈری اسکول چلاتا ہے ★ مختلف آبادیوں میں دستکاری کے ساتھ چیریٹیبل مراکز چلاتا ہے ★ چار سو بیواؤں کو ماہانہ امداد دیتا ہے ★ ایک سو معذور افراد کو مالی امداد فراہم کرتا ہے ★ یتیم بچیوں کو مالی امداد دے کر شادی کے لئے ان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے ★ تعلیم کے لئے سو یتیم بچیوں کی مدد کرتا ہے ★ ہائیر اور ٹیکنیکل تعلیم کے لئے منتخب شدہ یتیم بچوں کی مالی امداد کرتا ہے ★ غریب، نادار اور محتاج مریضوں کی روزانہ امداد کرتا ہے

اس یتیم خانے کا معائنہ کیجئے

اور ہماری عملی خدمات اپنی آنکھوں سے دیکھئے۔ ہر چیز کھلی ہے، حسابات چیک ہوتے ہیں۔ ۲۰۰۸-۰۹ء کا بجٹ تقریباً دو کروڑ روپے ہے۔ ہم اپنی یہ خدمات بلالحاظ مذہب وملت پیش کرتے ہیں۔ بس آخرت میں اچھے اجر کی طلب اور دوزخ سے پناہ مطلوب ہے۔

اپنے عطیات اس نام سے بھیجیں

"J & K YATEEM KHANA, A/C No. SB7378"
JK Bank, Chawri Bazar, Delhi-110006

ایس اے بخاری (چیئرمین)
09419059772

Jammu & Kashmir Yateem Khanah (Orphanage)
Bemina - Chatabal Crossing, Srinagar - 190010
Ph.: 0194 - 2471707, Mob.:09419056249, 09419059133,
Fax:0194-2481056

بقیہ: ایک افریقی لیڈر کی مقبولیت میں اضافہ

چنانچہ انھوں نے ریاستہائے متحدہ امریکہ کے طرز پر ریاستہائے متحدہ افریقہ کا نعرہ لگا دیا ہے جس کا پاسپورٹ ایک ہو۔ ملٹری ایک ہو اور کرنسی بھی ایک ہی ہو۔ انھوں نے اسرائیل کے بارے میں کہہ دیا ہے کہ وہ سوڈان کے دارفر علاقے میں تصادم سے کام لے رہا ہے۔ انھوں نے صومالیہ کے بحری قزاقوں کا بھی دفاع کیا کہ وہ ”لالچی مغربی اقوام“ سے لڑ رہے ہیں۔ ساتھ ہی انھوں نے یہ بھی اعلان کر دیا کہ کثیر پارٹی ڈیموکریسی افریقہ کے لئے موزوں نہیں ہے۔

اس بدلتی صورتحال کے بارے میں مصر کے سب سے بڑے ریسرچ انسٹی ٹیوٹ گورنمنٹ اہرام سنٹر فار پولیٹیکل اینڈ اسٹریٹجک اسٹڈیز کے ڈپٹی ڈائریکٹر واحد عبدالمفید کا کہنا ہے یہ وہ مقام ہے جس کے لئے قذافی چالیس سال سے ہاتھ پیر مار رہے ہیں اس مقام کے حصول کے لئے وہ راہیں اور سمتیں بدلتے رہے ہیں“۔ دی نیویارک ٹائمز کا کہنا ہے کہ کرنل قذافی ہر قدم بہت سوچ سمجھ کر اٹھاتے ہیں خواہ انہیں دہشت گردی کی سرپرستی کرنے والا قرار دیا جائے یا مدبر و مفکر۔ مغرب سے تعلقات کے جمود کے خاتمے کے سلسلہ ۲۰۰۳ء میں شروع ہوا تھا جب انھوں نے لیبیا کے نیوکلیائی پروگرام سے دست کشی اختیار کی تھی۔

اس کے بعد سے ان کا قد خود افریقہ میں بڑھ گیا تھا اور افریقہ میں قد کے بڑھنے سے مغرب بھی انہیں عزت واحترام کے ساتھ دیکھنے پر مجبور ہوگیا۔ اس سب کا ایک ہی نتیجہ برآمد ہوا کہ ان کی امیج بڑھ گئی۔

افریقی امور کے ماہر ایک مصری قلمکار عطیہ اساوی کہتے ہیں اب اہل مغرب قذافی کو ہاتھ سے جانے دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ مالی بحران کی حالت میں سونے کی کان ہیں۔ وہ خود ایک رول کی تلاش میں ہیں خواہ کہیں سے بھی اور کسی طرح بھی حاصل ہو جائے۔ ایک زمانے میں قذافی نے خود کو پان عرب لیڈر کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن اس وقت کچھ ان کی حرکتوں اور بیانوں کی وجہ سے اور کچھ امریکہ کی جارحیت کی وجہ سے مسترد کر دیا گیا تھا اور ان کے ملک کو کئی دہائیوں تک ساری دنیا سے الگ تھلگ ڈال دیا گیا تھا۔ حتیٰ کہ لاکربی میں اسکاٹ لینڈ میں ۱۹۸۸ء میں پان ایم فلائٹ پر بمباری بھی کروائی گئی۔ حالات کی تبدیلی کے ساتھ ہی نہ صرف لیبیا کے عوام بلکہ افریقہ کے دوسرے ملکوں کے لوگ بھی سرزمین لیبیا میں اپنے مستقبل کو روشن اور خوشحال بنانے کے لئے دوڑ پڑے ہیں۔ لیبیا کی خوشحالی کو دیکھ کر لوگ اپنے روشن مستقبل کے خواب دیکھنے لگے ہیں۔ (ع ق)

ہماری نئی کتابیں

☆	غلط فہمیوں کا ازالہ! (اردو، ہندی، انگریزی)	Common Questions About Islam	25.00 ہر ایک
☆	عالمی مذاہب میں خدا کا تصور (انگریزی)	Concept of God in major religions	20.00
☆	عالمی بھائی چارہ (انگریزی)	Universal brotherhood	35.00
☆	قرآن اور جدید سائنس (انگریزی)	The Qur'an & Modern science: campatible or incampatible	20.00
☆	ہندو مذہب اور اسلام کی یکساں باتیں (انگریزی)	Similarities between Hinduism & Islam	42.00
☆	قرآن اور بائبل سائنس کی روشنی میں (انگریزی)	The Qur'an & Bible in the light of Science	45.00
☆	اسلام میں خواتین کے حقوق: جدید یا فرسودہ؟ (انگریزی)	Right of women in Islam	35.00
☆	کیا قرآن خدا کلام ہے؟ (انگریزی)	Is the Qur'an WORD OF GOD?	35.00
☆	گوشت خوری صحیح یا غلط (انگریزی)	Non-Veg Permitted or Prohibited	زیر طبع
☆	اسلام پر ایک نظر (انگریزی)	Focus on Islam	زیر طبع
☆	حضرت محمدؐ اور ہندوستانی مذہبی کتابیں (انگریزی)	Hazrat Muhammad & Bhartiya Dharm Grantha	25.00
☆	اسلام اور انسان (ہندی) سیریز 1 تا 6	इस्लाम और इंसान 1-6	84.00 set
☆	اسلام کچھ اہم پہلو (ہندی)	इस्लाम–कुछ अहम पहलू	24.00
☆	اسلام کا عام فہم تعارف (ہندی)	इस्लाम एक सामान्य परिचय	65.00
☆	پیارے نبی کی پاک زندگی (ہندی، اردو)	प्यारे नबी (सल्ल०) की पाक ज़िन्दगी	35.00
☆	جیو ہتیا اور پشو بلی (اسلام کی نظر میں) (ہندی)	जीव-हत्या और पशु-बलि (इस्लाम की नज़र में)	6.00
☆	خاتم النبیین (اردو)		70.00
☆	پوتر قرآن میں مانوتا کی شکچھا (ہندی)	पवित्र क़ुरआन में मानवता की शिक्षा	18.00
☆	قرآنی نصیحتیں (اردو)		10.00
☆	دلت مسئلہ، جڑ میں کون؟ (اردو، ہندی)	दलित समस्या, जड़ में कौन?	140.00

تاریخی، دینی، اصلاحی، دعوتی لٹریچر اور دیگر اسلامی اداروں کی کتب کیلئے ہم سے رابطہ قائم کریں۔ فہرست کتب مفت طلب کریں

مدھر سندیش سنگم

E-20، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ 110025

فون نمبر 011-26953327, 09212567559، ای میل: madhursandeshsangam@yahoo.co.in

کیا آپ گھریلو انڈسٹری لگانا چاہتے ہیں؟

اُردو میں جدید ٹیکنالوجی سے آراستہ کتابوں کا مطالعہ کر کے اپنی بیکاری دور کریں اور اپنی زندگی میں بہار لائیں

● سوپ وڈیٹرجنٹ انڈسٹریز (Rs.75/-) ● فوڈ پروسیسنگ انڈسٹریز (Rs.75/-)
● ربر وپلاسٹک انڈسٹریز (Rs.95/-) ● کاسمیٹکس انڈسٹریز (Rs.75/-)
● خواتین وروزگار نمبر (Rs.40/-) ● مرغی پالن گائیڈ بک (Rs.25/-)
● کامیاب کاروباری نمبر (Rs.20/-) ● صنعت وتجارت سلور جبلی نمبر (Rs.40/-)
● اسپورٹس گڈس نمبر (Rs.15/-) ● بکری پالن گائیڈ بک (Rs.25/-)
● چھوٹے پیمانے کی منافع بخش انڈسٹریز حصہ اول (Rs.90/-) حصہ دوم (Rs.90/-)

تمام کتابیں ایک ساتھ منگوانے پر چھ مہینے تک ماہنامہ رہبر صنعت وتجارت مفت پائیے

RAHBAR-E-SANAT-O-TEJARAT
24-C, BRIGHT STREET, KOLKATA-700017
PH.: 033-22806152, MOB.: 09331001824

دماغین برین ٹانک

(۱) دماغین ہر عمر کے ذہنی وجسمانی طور سے مصروف لوگوں کے لئے مددگار ہے
(۲) دماغین میں دوائی وغذائی اجزاء سے بھرپور مشہور پھل آملہ جزء اعظم کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ جس میں وٹامن ”سی“ سب سے زیادہ اور ساتھ میں کیلشیم اور فولاد بھی پایا جاتا ہے۔
(۳) دماغین یکسوئی کو بڑھاتا ہے۔ اور تھکان کم کرتا ہے۔
(۴) دماغین منہ کی بدبو کو دور کرتا ہے اور ہضم کی اصلاح کرتا ہے۔
(۵) دماغین خوش ذائقہ تازگی وتوانائی سے بھرپور ایک یونانی دوا ہے۔

دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ